هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ ط

رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶

فاروق قادیان

ایڈیٹر میر قاسم علی احمدی

شرح چندہ پیشگی
سالانہ ۔ معاونین ۔ عام ۔ طلباء ۔ ششماہی

تاریخہائے اشاعت ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸

۱۳۲ ب جناب مولوی محمد سعد الدین صاحب بی اے
اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ انسپکٹر سکولز
گوجرخان ۔ راولپنڈی
Gojar Khan

جلد ۲۳	قادیان دارالامان مورخہ ۲۹ جمادی الاول ۱۳۵۷ھ مطابق ۲۸ جولائی ۱۹۳۸ء	نمبر ۲۸

دارالامان کی خبریں

(۱) سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی صحت ہفتہ زیر اشاعت میں خدا کے فضل سے اچھی رہی۔ الحمد للہ۔

(۲) سیدۃ النساء حضرت ام المومنین مد ظلہا العالی کی طبیعت بدستور ایام زیر اشاعت میں ناساز رہی۔ احباب اس پاک و مبارک وجود کی صحت و سلامتی اور درازیٔ عمر کے واسطے خاص طور پر التزام کے ساتھ دعائیں کرکے ثواب حاصل کریں۔

(۳) ۲۶ جولائی کو حاجی ایاز صاحب مبلغ تحریک جدید بخیریت تمام وارد دارالامان ہوئے۔ ان کا شاندار استقبال اسٹیشن پر کیا گیا۔

(۴) خدا کے فضل و کرم سے قریباً روزانہ رات کو اور دن میں باران رحمت برستی ہے۔ جس سے کھیتیاں لہلہا گئیں۔ اور درخت دھل گئے پختہ راستے صاف ہو گئے۔ مکانوں پر سے تمام گرد وغیرہ دور ہو کر خوش منظر بن گیا۔

(۵) **شکریہ احباب۔** جن احباب اور محبان سلسلہ نے خاکسار ایڈیٹر فاروق کی شادی کے متعلق مبارکباد یں ارسال فرما کر دعاؤں سے یاد فرمایا ہے۔ میں ان تمام دوستوں کا صدق دل سے شکریہ ادا کرتا ہوا دعا کرتا ہوں۔ کہ اللہ تعالےٰ ان کو اجرِ عظیم دارین کے عطا فرماوے۔

اقتصادی مسودات قانون پنجاب کی دفعات اور چند متعلقہ امور کی تشریح

پنجاب کے جن ہزاروں بلکہ لاکھوں کسانوں نے گذشتہ ۳۷ سال کے دوران میں اپنی زمینوں کو بے نامی داروں کے نام منتقل کر دیا تھا۔ اب وہ بعض حالتوں میں کچھ معاوضہ دے کر اور بعض حالتوں میں بغیر کسی معاوضہ کے انہیں واپس لے سکیں گے۔ یہ بل اور دوسرے اقتصادی مسودات قانون جو ابھی پنجاب اسمبلی میں پاس ہوئے ہیں۔ ایسی بحث و تمحیص کا موضوع بنے ہوئے ہیں۔ جس کی شدید نوعیت کے زیر اثر بعض اوقات بنیادی واقعات کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ لہذا یہ بے جا نہ ہوگا۔ اگر عوام کی واقفیت کے لئے غیر اصطلاحی زبان میں ان بلوں کے احکام و شرائط اور چند متعلقہ امور کی تشریح کر دی جائے۔

اس مضمون میں صرف اس بل کی طرف توجہ مبذول کی جائے گی۔ جس کی رو سے "قانونِ انتقال اراضی" کی ترمیم ثانی مقصود ہے۔ اس بل کا منشاء یہ ہے۔ کہ دو سوالات کے متعلق قانون وضع کیا جائے۔

اول۔ بے نامی انتقالاتِ اراضی کا سوال۔

دوم یہ سوال کہ اس امر کا کون فیصلہ کرے۔ کہ آیا فلاں شخص قانون انتقال اراضی کے مفہوم کے مطابق زراعت پیشہ قوم کا ممبر ہے۔ یا نہیں ہے۔

پہلے سوال کے متعلق اس مسودہ قانون کی دفعات سب سے زیادہ اہمیت رکھتی ہیں۔

بے نامی انتقالات اراضی کا مطلب

بے نامی انتقالاتِ اراضی کسے کہتے ہیں۔ بظاہر اکثر لوگ انہیں بخوبی نہیں سمجھتے۔ لہذا اسکی مختصر طور پر تشریح کی جاتی ہے۔

پنجاب کا "قانون انتقال اراضی" ۸ جون ۱۹۰۱ء کو نافذ ہوا۔ اور اس کا منشاء یہ تھا۔ کہ از روئے قانون زراعت پیشہ افراد کی زراعتی اراضیات غیر زراعت پیشہ افراد کے نام منتقل نہ کی جائیں۔ اس قاعدہ کی چند مستثنیات ہیں۔ جن کا دائرہ اثر نہایت محدود ہے۔ اگر زید جو زراعت پیشہ ہے۔ بکر کا مقروض ہے۔ جو غیر زراعت پیشہ ہے اور اپنے قرضہ کو اس طریق پر بیباق کرنا چاہتا ہے۔ کہ وہ یا تو اپنی زمین بکر کے ہاتھ بیچ ڈالے یا بیس سال سے زیادہ مدت کے لئے اس طریق پر رہن رکھدے۔ کہ بکر کو اس زمین سے پورا فائدہ اٹھانے کا اختیار ہو۔ تو وہ بروئے قانون ایسا نہیں کر سکتا۔ اس کے باوجود لوگ انتقال اراضی پر اس بندش کو غیر مؤثر بنانے کی کوششیں کرتے رہتے ہیں۔ قانون کو اس معاملہ میں بے اثر کرنے کا ایک طریق یہ ہے۔ کہ جو غیر زراعت پیشہ کسی زراعت پیشہ شخص کی زمین لینا چاہتا ہے۔ اور بروئے قانون اپنے نام پر اسے لے نہیں سکتا۔ وہ اپنے کسی زراعت پیشہ دوست کو پیش کر دیتا ہے۔ کہ وہ خود اپنے نام سے زمین حاصل کرے۔ ایسی صورتوں میں زید جو زراعت پیشہ ہے۔ اپنی زمین کو ایک اور زراعت پیشہ شخص کے پاس برائے نام فروخت کر دیتا ہے۔ لیکن یہ شخص عمر ایک نقلی کارندہ ہے۔ غیر زراعت پیشہ بکر کا۔ جو خود تو پس پردہ رہتا ہے۔ اور زمین کے حقیقی قبضہ اور آمدنی سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ اسے کہتے ہیں۔ کہ ایک زراعت پیشہ نے اپنی زمین کو غیر زراعت پیشہ کے حق میں ایک زراعت پیشہ کارندہ جسے بے نامی دار کہتے ہیں۔

۴ لیکن مزید درخواست میری طرف سے یہ ہے۔ کہ آئندہ بھی دعاؤں سے میری مدد کریں۔ کہ خدا تعالےٰ اس بارِ عظیم کے اٹھانے کی مجھے توفیق عطا فرماوے۔ اور اس خانہ آبادی کو میرے دین و دنیا کے لئے خیر و برکت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کی وساطت سے منتقل کردیا۔ کوئی نہیں جانتا۔ کہ پنجاب کے زراعت پیشہ افراد نے اس طریقہ سے کتنی زمین اپنے زراعت پیشہ بھائیوں کے پاس برائے نام لیکن غیر زراعت پیشہ افراد کے پاس حقیقی طور پر منتقل کر رکھی ہے۔

بہرحال اس ضمن میں حکومت کچھ مدت تک خاص منتخب رقبوں میں تحقیقات کرتی رہی۔ یہ معلوم ہوا۔ کہ صرف ایک تحصیل میں بے نامی رہن ناموں اور بے نامی فروخت کی مالیت ۴۰ لاکھ روپے کے قریب تھی۔ اس تحصیل اور دیگر رقبوں میں تحقیقات کی بناء پر اندازہ لگایا گیا ہے۔ کہ پنجاب میں اس وقت جو بے نامی سودے ہو چکے ہیں۔ ان کی مالیت کئی کروڑ روپے تک پہنچتی ہے۔ اور ایسے سودے ہزاروں نہیں۔ بلکہ لاکھوں کی تعداد میں ہو چکے ہیں۔

اب کیا ہوگا

قانون انتقال اراضی کی ترمیم ثانی کے مسودہ قانون کی رو سے اس قسم کے سودے جملہ اغراض کے لئے کالعدم تصور کئے جائیں گے اور انتقال کنندہ کو اس طرح منتقلہ اراضی پر قابض ہونے کا حق اس امر کے باوجود ہوگا۔ کہ اس نے قانون انتقال اراضی کی شرائط و احکام کو خود غیر موثر بنانے کا قصد کیا ہو۔

فرض کرو۔ الف نے جو زراعت پیشہ ہے اپنی زمین ب زراعت پیشہ بے نامی دار کے پاس اس ارادہ سے منتقل کردی۔ کہ فی الحقیقت زمین ج کے قبضہ میں چلی جائے۔ جو غیر زراعت پیشہ ہے۔ اور بعد ازاں ب اور ج نے (جو اس معاملہ میں باہم ملے ہوتے ہیں) ایک اور زراعت پیشہ د کے پاس فروخت کردی۔ یہ بھی فرض کرو۔ کہ کچھ مدت بعد د نے اس زمین کو ہ کے پاس فروخت کردیا۔ اور پھر ہ نے اسے و کے پاس بیچ ڈالا۔ اور اسی طرح فروخت کا سلسلہ جاری رہا۔ موجودہ بل کی شرائط و احکام کے مطابق یہ تمام معاہدے کالعدم ہیں۔ اور زمین الف کو یا اس کے جائز وارثوں یا جانشینوں کو ملنی چاہیئے۔

سرکاری تحقیقات کی بناء پر خیال کیا جاتا ہے۔ کہ بیشتر حالتوں میں وہ زمین جسے ایک غیر زراعت پیشہ نے ایک زراعت پیشہ بے نامی دار کی وساطت سے حاصل کیا۔ وہ بعد کو منتقل نہیں ہوئی۔ غالباً غیر زراعت پیشہ نے جو اکثر حالتوں میں ساہوکار ہوتا ہے۔ اس زمین کو اس قابل سمجھا۔ کہ اس نے اسے کسی اور کے پاس فروخت نہیں کیا۔ کیونکہ اس طرح کرنے سے ممکن ہے۔ کہ زراعتی زمین اس کے ہاتھ پھر کبھی نہ آسکے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اسے کوئی دوسرا قابل اعتبار بے نامی دار نہ مل سکے۔ ان وجوہ کی بناء پر اس نے اس زمین کو دوسروں کے پاس فروخت کرنا مناسب نہ سمجھا۔

اراضی کس طرح واپس ملے گی۔

ان جملہ حالتوں میں یعنی جبکہ بے نامی دار کا زمین پر برائے نام قبضہ ہو۔ موجودہ بل کا منشاء یہ ہے۔ کہ زمین اس شخص کو واپس دلادی جائے۔ جس نے پہلے پہل اسے منتقل کیا تھا۔ اور بے نامی دار کو کوئی معاوضہ نہ دیا جائے۔ وہ شخص جس نے اپنی زمین کو منتقل کیا۔ یا اس کے جائز ورثاء اور جانشین زمین کو واپس لینے کے لئے صاحب ڈپٹی کمشنر کی خدمت میں درخواست کرسکتے ہیں۔ اگر ڈپٹی کمشنر کو اس امر کا اطمینان ہو جائے۔ کہ انتقال بے نامی ہؤا تھا۔ تو وہ اپنی دلائل کو قلمبند کرنے کے بعد بذریعہ تحریری حکم کسی شخص کو جو زمین پر قابض ہو۔ بے دخل کردے گا۔ اور زمین کے انتقال کنندہ کو اس کا قبضہ دلادے گا۔

اگر انتقال کنندہ نے کوئی درخواست نہ بھی دی ہو۔ تو بھی ڈپٹی کمشنر اسے زمین کو واپس دلانے کے لئے یہی کارروائی کریگا۔ اور اسے یعنی ڈپٹی کمشنر کو از خود اس امر کا اطمینان ہو جائے۔ کہ زمین بے نامی طور پر منتقل کی گئی تھی۔

کن کو اور کن حالتوں میں معاوضہ ملیگا

اس بل کی رو سے جو اشخاص بے دخل کئے جائیں گے۔ ان میں سے بعض کو معاوضہ دینے کے متعلق ایک شرط ہے۔ یعنی ان حالتوں میں معاوضہ ملے گا۔ کہ جب زمین پہلے پہل ایک بے نامی دار کے نام منتقل ہوئی ہو۔ اور اس نے بعد کو یہ زمین کسی حقیقی خریدار کے نام منتقل کردی ہو۔ یہ شرط اس اصول کے تابع ہے۔ کہ بے نامی دار اور ساہوکار جو اس کے پس پشت ہے۔ اور جسے سودے کی حقیقی نوعیت کا علم ہے کسی قسم کے معاوضہ کے حقدار نہیں۔ لیکن بعد ازاں جو اشخاص اس زمین کے خریدار بنے اور جنہوں نے پہلے انتقال کی نوعیت سے بے خبر رہ کر نیک نیتی سے زمین کو خریدا۔ اور اس میں اصلاحیں کیں۔ وہ ان اصلاحوں کی بناء پر معاوضہ کے حقدار ہیں۔ اس زمین کی صورت میں جو پہلے پہل ایک بے نامی دار کے نام منتقل کی گئی۔ اور پھر ایک کے بعد دوسرے خریدار کے قبضہ میں آتی گئی۔ تو صرف آخری قابض معاوضہ دیئے جانے کی شرط سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ اس سے پہلے جو خریدار بنے۔ انہوں نے اپنی زمین کو دوسرے شخص کے ہاتھوں بیچ کر فائدہ اٹھالیا۔

یہ امر ڈپٹی کمشنر کے اقتضاء رائے پر ہوگا۔ کہ آخری قابض کو حسب تشخیص معاوضہ دے۔ تشخیص ان اصولوں کے تابع کی جائیگی جو اس باب میں وضع کئے جائیں گے۔ لیکن تشخیص کردہ رقم ابتدائی سودے کی مالیت سے زیادہ نہیں ہوگی۔ لیکن یہ معاوضہ ان حالتوں میں نہیں دلایا جائے گا۔ جن میں آخری انتقال ۲۰ رجون ۱۹۳۸ء کے بعد ہؤا ہو۔ اگر اس امر کے متعلق کوئی سوال یا شبہ ہو۔ کہ آیا ایک شخص قانون انتقال اراضی کے مفہوم میں مشتہرہ زراعت پیشہ قوم کا ممبر ہے۔ یا نہیں۔ تو اس کا فیصلہ کون کریگا؟ اس وقت تک اس سوال کے آخری فیصلہ کا حق دیوانی عدالتوں کو رہا ہے۔ اب موجودہ مسودہ قانون میں یہ انتظام کردیا گیا ہے۔ کہ ان سوالات کا فیصلہ کرنا صرف ڈپٹی کمشنر کے حیطۂ اختیار میں ہوگا۔ اور ان کے فیصلہ کی اپیل صاحبان کمشنر اور فنانشل کمشنر کرسکیں گے۔ لیکن ڈپٹی کمشنر کو ایک ایسے مقدمہ میں جو ۱۵ رجون ۱۹۳۸ء سے پہلے دائر ہو۔ دیوانی عدالتوں کے فیصلہ پر از سر نو غور کرنے کا اختیار نہ ہوگا۔ یہ ذکر کر دینا بھی بے محل نہ ہوگا۔ کہ یہ جملہ شرائط جو قانون انتقال اراضی میں منضبط کردی جائیں گی اس قاعدہ کے ماتحت ہوں گی۔ جو قانون مذکور کی دفعہ ۲۰ میں درج ہے۔ اور جس کا مفاد یہ ہے۔ کہ اس قانون کے ماتحت قانون پیشہ اصحاب کو ان طرفین کی طرف سے بطور وکیل پیش ہونے کی اجازت نہ ہوگی۔ جن کا تعلق اس قانون کے ماتحت کسی مال افسر کی عدالت میں کسی مقدمہ سے ہو۔

(محکمہ اطلاعات پنجاب)

درخواست دعا

قادیان ۲۶ رجولائی۔ آج حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں قاہرہ سے بذریعہ تار اطلاع موصول ہوئی ہے۔ کہ صاحبزادہ مبارک احمد صاحب مولوی فاضل بی۔ اے ابن حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالےٰ سخت بیمار ہیں۔ تفصیلی حالات کے لئے تار دیا گیا ہے۔ احباب کرام خاص طور پر دعائیں کریں کہ خدا تعالیٰ صاحبزادہ صاحب موصوف کو صحت عطا فرمائے اور اپنے فضل و کرم کے سایہ میں خوش و خرم رکھے۔ آمین

ہر احمدی کا گھر کیسا ہونا چاہیئے

حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔ کہ احمدی گھر ایسا ہونا چاہیئے کہ اسے دیکھنے والا معلوم کرلے۔ کہ یہ احمدیوں کا گھر ہے۔ اور اسے دوسرے گھروں سے ممتاز ہونا چاہیئے۔ وہ کیا امتیازات ہیں۔ جن سے ایک احمدی گھر دیگر گھروں سے ممتاز نظر آئے۔ بے شک مکان کا صاف ستھرا ہونا۔ اثاث البیت کا قرینہ سے دھرا ہونا بھی اچھی باتیں ہیں۔ اور احمدی گھروں میں یہ بات پائی جانی چاہیئے۔ مگر یہ امتیازی بات نہیں۔ کیونکہ غیروں کے گھر بھی ان صفات سے متصف ہوتے ہیں۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم رضی اللہ عنہ کے رسالہ "سیرت مسیح موعود" میں اس سوال کا حل موجود ہے حضرت مولوی صاحب کا دلکش انداز تحریر ہو۔ اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت طیبہ کا پر کیف مضمون ہو۔ تو پھر کونسا احمدی ہے۔ جو اس مئے عرفان سے مخمور نہ ہو جائے۔ رسالہ اپنے حجم میں مختصر مگر اپنے اثر میں بے نظیر ہے۔ اس میں یہ بتایا گیا ہے۔ کہ اہل جنت کی زندگی کیسی ہوتی ہے۔ اور احمدی گھر میں کن امتیازات کا پایا جانا ضروری ہے۔ سچ یہی ہے۔ کہ اطمینان اور سکینت کی زندگی محلات اور باغات سے وابستہ نہیں۔ بلکہ اس نعمت سے وہی حصہ پاتے ہیں۔ جنہیں نفس مطمئنہ دیا جاتا ہے۔ جن کا تعلق الحی القیوم سے ہو جاتا ہے۔ آفات و بلیات ان کی زندگی کو مشوش اور حوادث زمانہ ان کے دل کو مکدر نہیں کرسکتے۔ اور نبی اپنے زمانہ میں اس کا بہترین نمونہ ہوتا ہے رسالہ "سیرت مسیح موعود" عاشقانہ انداز میں مگر نکتہ چینی کے مراحل طے کرنے کے بعد لکھا گیا ہے۔ اور بجز سچی محبت دعویٔ تعلق عبث اور باطل ہے۔ احمدی گھر سچ مچ جنت کا نمونہ ہونا چاہیئے۔ اور اس کے لئے ہم میں سے ہر ایک کو رسالہ "سیرت مسیح موعود" کا گہرا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ اور اپنی زندگی کو اس پاک انسان کے طرز پر بنانا چاہیئے۔ جو خدا کا فرستادہ اور اہل دنیا کو اطمینان قلب کی زندگی کا نمونہ دینے آیا تھا۔ علیہ الصلوٰۃ والسلام (ابو العطاء)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فاروق

جلد ۲۳ قادیان دارالامان مورخہ ۲۸ جولائی ۱۹۳۸ء نمبر ۲۸

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۵ جولائی ۳۸ء

میاں عزیز احمدؐ صاحب مرحوم سے متعلق معاندین کے اعتراضات

حضرت امیر المومنین نے کیوں جنازہ نہ پڑھا۔ اور جماعت احمدیہ قادیان نے کیوں پڑھا

فرمودہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

گو

انفلوئنزا کے حملہ کی وجہ سے

جو اس ہفتہ میں مجھ پر ہوا تھا۔ میں خطبہ کے بوجھ کو اپنے جسم کی طاقت سے بہت زیادہ پاتا ہوں۔ لیکن چونکہ ایک مضمون میں نے شروع کیا ہوا ہے۔ میں نے مناسب سمجھا۔ کہ اس کا بقیہ حصہ آج ختم کر دوں۔ اور گو جسمانی طاقت کے لحاظ سے مجھے چاہیئے تھا۔ کہ میں نہایت مختصر طور پر خطبہ کہہ کر بیٹھ جاتا۔ لیکن مضمون کو ختم کرنے کی نیت سے میں کوشش کروں گا۔ کہ جس طرح ہو۔ یہ مضمون آج ختم ہو جائے میں نے بیان کیا تھا۔ کہ احرار کی طرف سے بھی دو اعتراض مجھے پہنچے ہیں۔ جن میں سے پہلے اعتراض کا جواب میں نے گزشتہ خطبہ میں دے دیا تھا۔ اب ان اعتراضوں میں سے

صرف ایک اعتراض

باقی رہ گیا ہے۔ اور میں آج اس کا جواب دینا چاہتا ہوں۔

وہ اعتراض یہ تھا۔ کہ میاں عزیز احمدؐ صاحب کے جنازہ میں ہزاروں آدمی شامل ہوئے۔ کیا یہ ہمدردی نہیں۔ اور کیا یہ بغیر حکم کے ہو سکتا تھا۔ اگر ان کو بُرا کہتے ہیں۔ تو ان کا جنازہ کیوں پڑھا گیا۔ اور اگر جنازہ میں شمولیت بُری نہیں تھی۔ تو خود کیوں جنازہ میں شامل نہیں ہوئے۔

پہلے میں اعتراض کے اس حصہ کو لے لیتا ہوں۔ جو میری ذات سے تعلق رکھتا ہے۔ یعنی یہ کہ

میں جنازہ میں کیوں شامل نہیں ہوا

سو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ میں اسلئے جنازہ میں شامل نہیں ہوا۔ کہ بوجہ امام جماعت ہونے کے اگر میں جنازے میں شامل ہوتا تو خطرہ تھا۔ کہ بعض نوجوان یہ سمجھ لیتے۔ کہ چلو۔ خلیفہ جنازہ تو پڑھا دیتا ہے۔ اگر ایسا فعل کر لیا۔ تو ان کا جنازہ تو نصیب ہو ہی جائیگا۔ پس آئندہ فتنہ کا سدباب کرنے کے لئے میں نے ایسا کیا اور ان لوگوں کی خیر خواہی کے لئے کیا۔ جو کوئی ہفتہ نہیں جاتا۔ کہ ناقابل برداشت گالیاں نہیں دیتے۔ میں اس وقت ان لوگوں کا ذکر نہیں کرتا۔ جو

ہمارے مخالف

ہیں۔ اور احمدیت میں شامل نہیں ہیں۔ میں ان لوگوں کا بھی ذکر نہیں کرتا۔ جو گو جماعت احمدیہ میں شامل ہیں۔ لیکن شروع سے ہی خلافت کے متعلق ہم سے اختلاف رکھتے ہیں۔ میں ان لوگوں کا بھی ذکر نہیں کرتا۔ جو جماعت سے قریب زمانہ میں علیحدہ ہوئے ہیں۔ اور گو وہ خلافت کے قائل ہیں۔ مگر اسی رنگ میں نہیں۔ جس رنگ میں ہم قائل ہیں۔ میں ان لوگوں کا بھی ذکر نہیں کرتا۔ جن کے مونہوں پر خلافت کا عقیدہ ہے۔ مگر ان کے دلوں میں نفاق بھرا ہوا ہے۔ اور گو ایسے لوگ تھوڑے ہی ہیں۔ مگر اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ایسے لوگ موجود ہیں۔ اور ان کے دلوں میں احمدیت اور خلافت کے متعلق ویسا ہی بغض ہے۔ جیسے مخرجین یا پیغامیوں کے دلوں میں ہے۔ بلکہ یہ منافق لوگ ان سے بھی زیادہ بغض و عداوت اپنے اندر رکھتے ہیں۔ کیونکہ وہ تو گالیاں دے کر اپنے غصہ کو ٹھنڈا کر لیتے ہیں۔ مگر ان کو چاپلوسیاں بھی کرنی پڑتی ہیں۔ ان کو خوشامدیں بھی کرنی پڑتی ہیں۔ ان کو منتیں بھی کرنی پڑتی ہیں۔ اور ان کو اپنی زبان سے اپنی

محبت کا اظہار

بھی کرنا پڑتا ہے۔ مگر جس وقت ان کی زبان تعریف کر رہی ہوتی ہے۔ ان کا دل کڑھ رہا اور خون ہو رہا ہوتا ہے۔ اور ان کا نفس انہیں لعنتیں ڈال رہا ہوتا ہے۔ اور کہہ رہا ہوتا ہے۔ کہ اے کمبخت اور لعین تجھے شرم نہیں آتی۔ کہ تو اپنے عقیدہ کے خلاف کسی دنیوی مفاد یا چند پیسوں کے لئے ان کے آگے اپنے ہاتھ پھیلا رہا ہے۔ پس ان کا غصہ اور بھی بڑھ جاتا ہے۔ اور ان کا بغض اور بھی ترقی کر جاتا ہے۔ غرض میں ان لوگوں میں سے کسی کا بھی ذکر نہیں کر رہا۔ بلکہ

میں ان لوگوں کا ذکر کر رہا ہوں

جنہیں تم ایک آدمی کہہ لو۔ تم دو آدمی کہہ لو۔ تم سو آدمی کہہ لو۔ تم ہزار آدمی کہہ لو۔ تم دس ہزار آدمی کہہ لو۔ تم لاکھ آدمی کہہ لو۔ مگر بہر حال تمہیں ماننا پڑے گا۔ کہ ایک جماعت ایسی ضرور ہے جو یقین اور وثوق سے خلافت کے ساتھ وابستہ ہے۔ جس کے افراد خلیفہ کی حکومت تسلیم کرنا اپنے ایمان کا جزو قرار دیتے ہیں۔ جو اس کے ہر قول اور فعل پر ہر قسم کی قربانی کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ جو اس میں سے خدا کے وجود کو دیکھتے اور خدا کے وجود میں سے اسے دیکھتے ہیں۔ جو اس بات پر یقین اور ایمان رکھتے ہیں۔ کہ اگر خلیفۂ وقت کی دعا اور اسکی برکت ہمیں حاصل ہو جائے۔ تو یہ ہماری نجات کا ذریعہ ہوگا۔ ان لوگوں کے خیالات کو یکسو رکھنے اور انہیں غلط راستہ پر پڑنے سے بچانے کے لئے یہ ضروری تھا۔ کہ اس موقعہ پر کوئی ایسا طریق عمل اختیار کیا جاتا۔ جس کے نتیجہ میں وہ اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جاتے۔ کہ اگر ہم نے ناجائز طور پر کسی کو قتل بھی کر دیا۔ تو خلیفۂ وقت کی برکت اور اسکی دعا ہمیں حاصل ہو جائے گی۔ پس آئندہ فتنہ کا سدباب کرنے اور

اپنی جماعت کے نوجوانوں کے ایمانوں کو بچانے کے لئے

میں نے میاں عزیز احمدؐ صاحب کا جنازہ نہیں پڑھایا۔ تا میرے جنازہ پڑھانے کے نتیجہ میں لوگوں کے دلوں میں یہ غلط خیال پیدا نہ ہو جائے۔ کہ چلو۔ خلیفہ جنازہ تو پڑھا دیتا ہے اگر ہم نے کوئی ایسی حرکت کر لی۔ تو ان کا جنازہ تو بہر حال ہمیں نصیب ہو جائے گا۔

پس میرا جنازہ نہ پڑھنا آئندہ کے فتنہ کے سدباب کے لئے تھا۔ اور در حقیقت میں نے ان معترضین کی خاطر ایسا کیا۔ مگر میں نے تو ان پر اتنا بڑا احسان کیا۔ اور وہ الٹا مجھ پر اعتراض کرتے ہیں۔ کہ میں نے میاں عزیز احمدؐ کا جنازہ کیوں نہ پڑھا۔ حالانکہ میرا مقصد اس سے یہ تھا۔ کہ احرار اور مخرجین میں سے جو لوگ ہمیں گالیاں دیتے ہیں۔ اور جو کوئی ہفتہ نہیں جاتا۔ کہ ناقابل برداشت الفاظ ہمارے متعلق استعمال نہیں کرتے۔ ان پر آئندہ ہماری جماعت کا کوئی جوشیلا شخص محض اس خیال کے ماتحت حملہ نہ کر دے۔ کہ اگر میں نے کسی کو قتل بھی کر دیا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تو کم از کم خلیفہ کی دعا اور اس کا جنازہ مجھے نصیب ہو جائے گا۔ پس میں نے میاں عزیز احمدؐ صاحب کا جنازہ نہیں پڑھایا۔ اور اس لئے نہیں پڑھایا۔ کہ دوسرے لوگ یہ اچھی طرح سمجھ لیں۔ کہ جو شخص قانون کو اپنے ہاتھ میں لیتا اور انتہائی اشتعال کی حالت میں بھی کسی کو قتل کر دیتا ہے۔ خلیفۂ وقت اس کا جنازہ پڑھنے کے لئے تیار نہیں ہو سکتا۔

اگر کوئی کہے۔ کہ پھر

قاضی محمدؐ علی صاحب سرحدی کا جنازہ کیوں پڑھایا

حالانکہ وہ بھی ایسے ہی فعل کے مرتکب ہوئے تھے۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ وہ جماعت کے ایک فرد کا پہلا فعل تھا۔ اور قدرتی طور پر جو پہلی دفعہ غلطی کرتا ہے۔ اس کا زیادہ لحاظ رکھنا پڑتا ہے۔ کیونکہ جس راستہ پر انسان کبھی نہ چلا ہو۔ اسی میں انسان سے کئی غلطیاں ہو جاتی ہیں۔ پس لازماً جب کوئی شخص پہلی دفعہ غلطی کرے گا۔ وہ زیادہ قابل معافی ہوگا۔ جس طرح وہ شخص جو پہلی نیکی کرے گا۔ وہ زیادہ قابلِ انعام ہوگا۔ بہر حال پہلے اور پچھلے میں فرق ضرور رہیگا۔ جو شخص پہلی نیکی کرتا ہے وہ زیادہ قابلِ انعام سمجھا جائیگا۔ کیونکہ اس نے بغیر نمونہ کے نیکی کی۔ لیکن دوسرا نیکی کرنے والا نقال بھی ہو سکتا ہے۔ اسی طرح جو پہلی غلطی کرے۔ اس کے متعلق ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ اسے علم نہیں تھا۔ کہ یوں نہیں کرنا چاہیئے۔ اور چونکہ ایسا واقعہ پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ اسلئے وہ غلطی کھا گیا۔ اور یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ جب کوئی واقعہ رونما ہو جاتا ہے۔ اس وقت تعلیم زیادہ نمایاں ہو جاتی ہے۔ مگر پہلے نہیں ہوتی پہلے یہ خیال کیا جاتا ہے۔ کہ ہماری جماعت میں کوئی ایسا آدمی نہیں۔ جو اشتعال میں آ کر کسی پر حملہ کر دے۔ لیکن جب کوئی پُر جوش شخص ایسی حرکت کر بیٹھتا ہے۔ تو پھر خیال آتا ہے۔ کہ ایسے آدمی تو ہم میں موجود ہیں۔ اور پھر زور دیا جاتا ہے۔ کہ اس طرح نہیں کرنا چاہیئے۔

پس جو پہلی غلطی کرتا ہے۔ وہ کم مجرم ہوتا ہے لیکن جو بعد میں پہلی غلطی کے نتائج کو دیکھنے کے باوجود اسی حرکت کا ارتکاب کرتا ہے۔ وہ زیادہ مجرم ہوتا ہے۔ جس طرح پہلی نیکی کرنے والا بعد میں نیکی کرنے والے سے زیادہ قابلِ انعام ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر

رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا واقعہ

ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ایک دفعہ مجلس میں تشریف رکھتے تھے۔ اور آپ کے ارد گرد صحابہ کرامؓ بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے یہ ذکر کرنا شروع کر دیا۔ کہ جنت میں یوں ہوگا۔ یوں ہوگا۔ اور پھر ان انعامات کا ذکر فرمایا۔ جو اللہ تعالےٰ نے آپ کے لئے مقدر فرمائے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے جب یہ سنا۔ تو فرمانے لگے۔

یا رسول اللہ دعا کیجئے

کہ جنت میں میں بھی آپ کے ساتھ ہوں۔ (بعض روایتوں میں ایک اور صحابی کا نام آتا ہے۔ اور بعض روایتوں میں حضرت ابوبکر رضؓ کا نام آتا ہے) رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا۔ میں امید کرتا ہوں۔ کہ تم میرے ساتھ ہوگے۔ اور میں اللہ تعالےٰ سے دعا بھی کرتا ہوں۔ کہ ایسا ہی ہو۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے یہ فرمایا۔ تو قدرتی طور پر باقی صحابہ رضؓ کے دل میں بھی یہ خیال پیدا ہوا۔ کہ ہم بھی رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے عرض کریں۔ کہ ہمارے لئے بھی یہی دعا کی جائے پہلے تو وہ اس خیال میں تھے۔ کہ ہمارے یہ کہاں نصیب ہیں۔ کہ ہم جنت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے ساتھ ہوں۔ مگر جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یا بعض روایتوں کے مطابق کسی اور صحابی نے یہ بات کہدی۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ان کے لئے دعا بھی فرما دی۔ تو اب انہیں نمونہ مل گیا۔ اور انہیں پتہ لگ گیا۔ کہ یہ امر ناممکن نہیں بلکہ ممکن ہے۔ چنانچہ ایک اور صحابی کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا۔ یا رسول اللہ میرے لئے بھی دعا فرمائیں۔ کہ خدا تعالےٰ جنت میں مجھے آپ کے ساتھ رکھے۔ آپ نے فرمایا۔ خدا تعالےٰ تم پر بھی فضل کرے۔ مگر جس نے پہلے کہا تھا۔ اب تو وہ دعا لے گیا۔ اگر رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اس کے لئے بھی دعا فرما دیتے۔ تو پھر تیسرا شخص کھڑا ہو جاتا۔ اور اس کے بعد چوتھا۔ اور پھر پانچواں اور سب یہی کہتے۔ نتیجہ یہ ہوتا۔ کہ سارے رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے درجہ میں ہی آ جاتے۔ باقی جنت تو خالی ہی رہ جاتا۔ کیونکہ بعد میں آنے والے بھی کہہ سکتے تھے۔ کہ خدا تعالےٰ نے ہمیں بعد میں پیدا کر دیا۔ ورنہ ہمارا جی بھی یہی چاہتا ہے۔ کہ ہم رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے ساتھ ہوں اور اس خواہش میں ہم کسی سے پیچھے نہیں۔ اور یقیناً اس لحاظ سے انہیں بھی یہ حق حاصل ہو جاتا۔ کہ وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے ساتھ رہیں۔ اس طرح امت محمدیہ میں صرف

مقام محمدیؐ

ہی رہ جاتا۔ اور کوئی مقام نہ رہتا۔ تو یہ قدرتی بات ہے۔ کہ جو پہلی نیکی کرے گا۔ وہ زیادہ ثواب کا مستحق ہوگا۔ کیونکہ اس نے بغیر نمونہ کے نیکی کی۔ اور دوسروں نے اسکی نقل میں نیکی کی۔

یہی حال گناہ کا ہے۔ جو شخص پہلا گناہ کرتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی اس گناہ کو ایجاد بھی کرتا ہے۔ شریعت کے مطابق اسے زیادہ سزا دی جائے گی۔ کیونکہ اسے کہا جائیگا۔ کہ تمہارا یہی قصور نہیں۔ کہ تم نے پہلا گناہ کیا۔ بلکہ تمہارا قصور یہ بھی ہے۔ کہ تم نے اس گناہ کو ایجاد کیا۔ لیکن اگر اس نے غفلت یا ناواقفی سے یا شریعت اور سلسلہ کی تعلیم سے بے خبر ہونے کی وجہ سے ایک گناہ کیا ہو۔ جس سے پہلے وہ قوم روشناس نہ ہو۔ یہ نہیں۔ کہ اس گناہ کو اس نے ایجاد کیا ہو۔ تو اس جرم کی سزا اسے کم ملے گی۔ لیکن جب اسے تنبیہ ہو جائے اور سب لوگوں پر مسئلہ واضح ہو جائے۔ تو اس کے بعد جو شخص دوبارہ گناہ کرے۔ وہ زیادہ سزا کا مستحق ہوگا۔

پس قاضی محمدؐ علی صاحب نے جس فعل کا ارتکاب کیا۔ چونکہ وہ

ہمارے سلسلہ میں پہلا فعل

تھا۔ اور اس پر پہلے زیادہ زور نہیں دیا گیا تھا۔ اسلئے ہم نے قاضی محمدؐ علی صاحب سے اور سلوک کیا۔ اور جب انہوں نے توبہ کر لی۔ اور ساتھ ہی قانون کا منشاء بھی پورا ہو گیا۔ اور انہیں پھانسی مل گئی۔ تو ہم نے سمجھ لیا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے بھی انہیں معافی دے دی ہے۔ اور جو زجر ہو گئی ہے۔ وہ آئندہ کے لئے کافی ہے۔ مگر جب دوسرا واقعہ ہوا۔ تو یہ سمجھتے ہوئے کہ پہلی تنبیہ کافی نہیں ہوئی۔ مزید سختی کی ضرورت سمجھی گئی۔ اور میں نے فیصلہ کیا۔ کہ جس سے یہ واقعہ ہوا۔ اس کا جنازہ میں نہ پڑھوں۔ اور ساتھ ہی اعلان کر دیا گیا۔ کہ اگر آئندہ کسی شخص نے مشتعل ہو کر قانون کو اپنے ہاتھ میں لیا۔ تو اسے جماعت سے خارج کر دیا جائے گا۔ جس کے یہ معنے ہیں۔ کہ ایسے شخص کا جنازہ خلیفۂ وقت ہی نہیں باقی جماعت بھی نہیں پڑھے گی۔ کیونکہ جسے ہم جماعت سے خارج کر دیتے ہیں۔ وہ اگر مر جائے۔ تو جماعت اس کا جنازہ نہیں پڑھتی۔ اور درحقیقت یہ ایک رنگ میں مقاطعہ کا فیصلہ ہے۔ ورنہ اگر کوئی واقعہ میں احمدیؐ ہو۔ تو اسے

احمدیت سے کوئی خارج نہیں کرسکتا

میں نے پہلے بھی کئی دفعہ بتایا ہے۔ کہ ہم جب کسی کو خارج کرتے ہیں۔ تو جماعت سے کرتے ہیں۔ احمدیت سے نہیں۔ احمدیت سے خارج تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی نہیں کر سکتے۔ اور چونکہ احمدیت اور اسلام ایک ہی چیز کا نام ہے۔ اسلئے اسلام کے متعلق بھی یہی اصل ہے۔ کہ اس سے رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم بھی کسی انسان کو خارج نہیں کر سکتے۔ آپ اسے جماعت مسلمین سے خارج کر سکتے ہیں۔ مگر اسلام سے خارج نہیں کر سکتے۔ کیونکہ یہ خدا کا کام ہے۔ اور وہی جانتا ہے۔ کہ واقعہ میں کوئی شخص دل سے اسلام سے نکل گیا ہے۔ یا نہیں۔ جن باتوں سے اسلام روکتا ہے۔ اگر کوئی شخص ان کا مرتکب ہوتا ہے۔ تو ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ وہ مسلمان نہیں۔ لیکن بعض لوگ باوجود ظاہری طور پر

اسلامی احکام پر عمل

کرنے کے پھر بھی مسلمان نہیں ہوتے۔ کیونکہ گو وہ بظاہر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہوں۔ نمازیں پڑھتے ہوں۔ روزے رکھتے ہوں۔ حج کرتے ہوں۔ زکوٰۃ دیتے ہوں۔ پھر بھی ممکن ہے۔ کہ ان کے دل میں اسلام نہ پایا جاتا ہو۔ ایسے لوگوں کو گو ہم ظاہر میں مسلمان ہی کہیں گے۔ مگر خدا تعالےٰ کے نزدیک وہ مسلمان نہیں ہوں گے۔ جیسے رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے زمانہ میں ایک جنگ کے موقعہ پر ایک شخص نے انتہائی جرأت اور دلیری سے جہاد میں حصہ لیا۔ کہ صحابہ رضؓ کہتے ہیں۔ ہم اسے دیکھ کر بے اختیار کہتے تھے۔ خدا اسے جزائے خیر دے۔ کہ یہ آج ہم سب میں سے زیادہ کام کر رہا ہے۔ یہ شخص یقینی جنتی ہے۔ مگر رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اسکی طرف دیکھا۔ اور فرمایا۔ اگر صفحۂ دنیا پر کسی نے

چلتا پھرتا دوزخی

دیکھنا ہو۔ تو وہ اسکو دیکھ لے۔ اب وہ شخص بظاہر مسلمان تھا۔ نہیں تو صحابہ رضؓ اسے جنتی قرار نہ دیتے۔ مگر رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے اس کو دوزخی قرار دے دیا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو الہام کے ذریعہ بتا دیا ہوگا۔ کہ یہ دوزخی ہے۔ لیکن کوئی دوسرا شخص ایسے آدمی کو کافر قرار نہیں دے سکتا۔ تو درحقیقت اسلام سے نکالنے کا کام اللہ تعالےٰ کا ہے۔ ہمارا نہیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہم بعض دفعہ ظاہر میں کسی کے متعلق فتویٰ دے دیتے ہیں۔ کہ وہ مسلمان ہے۔ حالانکہ وہ کافر ہوتا ہے۔ اور بعض دفعہ کسی کو نظام کے توڑنے کے باعث جماعت سے خارج کر دیتے ہیں۔ لیکن اس کے یہ معنے نہیں ہوتے۔ کہ وہ احمدی بھی نہیں رہا۔ بعض دفعہ وہ جماعت سے خارج ہونے پر بھی احمدی رہتا ہے۔ اور بعض دفعہ نہیں رہتا۔ ہر شخص کے ایمانی حالات کے مطابق اسکی احمدیت باقی رہتی ہے۔ یا جاتی رہتی ہے۔

غرض ہم جس کو بھی خارج کرتے ہیں۔ احمدیت یا اسلام سے خارج نہیں کرتے۔ سوائے اس کے کہ خدا تعالیٰ کے فتویٰ کے مطابق ایسا کریں۔ اگر خدا تعالےٰ کا فتویٰ موجود ہو۔ تب ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ وہ احمدی نہیں۔ ورنہ اس کے بغیر ہمارا یہ تو حق ہے۔ کہ ہم کہیں۔ اس کا ہماری جماعت سے کوئی تعلق نہیں۔ مگر یہ حق نہیں۔ کہ اس کے متعلق یہ کہیں۔ کہ وہ احمدی نہیں۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ

گناہ توبہ سے معاف ہو جاتے ہیں

بشرطیکہ اس نیت سے کوئی گناہ نہ کرے۔ کہ بعد میں معافی لے لوں گا۔ جو شخص اس نیت سے گناہ کرتا ہے۔ کہ میں بعد میں توبہ کر لوں گا۔ اسکی توبہ چونکہ بناوٹی ہوتی ہے۔ اسلئے وہ قبول نہیں ہو سکتی۔ الا ما شاء اللہ۔ اسلئے نہیں۔ کہ توبہ سے گناہ معاف نہیں ہو سکتے۔ بلکہ اس لئے کہ وہ توبہ حقیقی نہیں ہوتی۔ اگر حقیقی توبہ ہوتی۔ تو وہ گناہ کے ارتکاب کے بعد کی ہوتی۔ جو شخص گناہ سے پہلے یہ خیال کرتا ہے۔ کہ میں گناہ کر لیتا ہوں۔ پھر توبہ کر لونگا۔ اسکی وہ توبہ پہلے کی ہے۔ اور اس کا گناہ اسکی توبہ کو مٹا دیتا ہے۔ لیکن جو ایسی صورت میں گناہ نہ کرے۔ بلکہ جذبات سے متأثر ہو کر بجہالة کرے۔ تو تمام اہل السنت کا اس مسئلہ پر اتفاق ہے۔ اور خود رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بھی یہ امر ثابت ہے۔ کہ ایسی توبہ قبول کر لی جاتی ہے۔ اور تائب کا گناہ معاف ہو جاتا ہے۔ چاہے کتنا بڑا گناہ کیوں نہ ہو۔ چنانچہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے یہ بات ثابت ہے۔ کہ ایک شخص کو حد لگائی گئی۔ تو آپ نے فرمایا۔ حدود توبہ کے ساتھ انسانی گناہ معاف کرا دیتی ہے اور یہ بات ہر شخص جانتا ہے۔ کہ حد ہمیشہ بڑے گناہ میں لگائی جاتی ہے۔ مثلاً قتل ہے۔ یا زنا ہے۔ یا قذف ہے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ فیصلہ ہے۔ کہ ان حدود کے ساتھ جب توبہ مل جائے۔ تو گناہ معاف ہو جاتا ہے۔ پس جب کوئی شخص اصول دین پر ایمان رکھتا ہو۔ اور کسی

اعتقادی مسئلہ

کا انکار نہ کرتا ہو۔ اور نہ منصوص احکام کا انکار کرتا ہو۔ مثلاً نماز۔ زکوٰۃ وغیرہ۔ یعنی وہ یہ نہ کہتا ہو۔ کہ نماز نہیں پڑھنی چاہیئے۔ یا روزہ نہیں رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ نماز کا حکم منصوص احکام میں سے ہے۔ اس کے متعلق قرآن کریم میں بھی تاکید پائی جاتی ہے۔ سنت سے بھی یہ ثابت ہے۔ اور حدیث سے بھی ثابت ہے۔ اور کسی امر کو ثابت کرنے کے لئے انہی تین شاہدوں کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ اختلاف کا سوال وہاں پیدا ہوتا ہے جب کوئی شخص کہے۔ کہ قرآن سے یہ ثابت نہیں۔ یا سنت اس کے خلاف ہے۔ یا حدیث اسکی تائید میں نہیں۔ لیکن جب قرآن۔ سنت اور حدیث تینوں ایک بات پر متفق ہوں۔ تو وہ تین طرح منصوص حکم ہے اور اگر کوئی شخص اس کا انکار کرتا ہے۔ تو وہ یقیناً کافر ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص نماز نہیں پڑھتا۔ لیکن نماز کا قائل ہے۔ تو یہ دوسری صورت ہو گی۔ لیکن اگر کوئی کہے۔ کہ نماز پڑھنی ہی نہیں چاہیئے۔ تو وہ کافر ہو جائے گا۔ تو اگر وہ کسی اعتقادی مسئلہ کا انکار نہ کرتا ہو۔ اور نہ منصوص احکام کا انکار کرتا ہو۔ بلکہ محض جوش نفسانی سے کوئی کام کر بیٹھے۔ یعنی اس کے نفس کو اتنا جوش آ جائے۔ کہ اسکی دینی طاقت کمزور ہو جائے۔ اور وہ جذبات کی رو میں بہ جائے۔ تو وہ

حقیقتاً مذہب سے باہر

نہیں ہو جاتا۔ بلکہ مسلمان ہی کہلائے گا۔ مثلاً کوئی شخص چوری کرتا ہے۔ اب اگر وہ یہ کہے۔ کہ گو خدا نے یہ کہا ہے۔ کہ چوری مت کرو۔ مگر میں ضرور کرونگا۔ تو وہ کافر ہو جائے گا۔ لیکن اگر وہ یہ کہے کہ خدا نے تو یہ کہا ہے۔ کہ چوری نہ کرو۔ اور میں بھی مانتا ہوں۔ کہ چوری بہت بُری چیز ہے۔ مگر میرا نفس ایسا کمزور ہے۔ کہ وقت پر یہ بات مجھے بھول جاتی ہے۔ اور بے اختیار چوری کر لیتا ہوں۔ تو وہ کافر نہیں کہلائے گا۔ ہم ایسے شخص کو بعض دفعہ

سزا کے طور پر

جماعت سے الگ کر سکتے ہیں۔ مگر احمدیت یا اسلام سے الگ نہیں کر سکتے۔ اپنی جماعت کے نظام کی درستی۔ اسے لوگوں کے اعتراضات سے محفوظ رکھنے اور خود اسے آئندہ کے لئے سبق دینے کے لئے ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ اس کا ہماری جماعت سے کوئی تعلق نہیں۔ مگر یہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ وہ احمدیت سے خارج ہو گیا۔ یا اسلام سے خارج ہو گیا۔ ایسی صورت میں اگر وہ عقائد اور اعمال کو تسلیم کرنے میں ہمارے ساتھ متفق ہے یعنی وہ کہتا ہے۔ کہ نماز پڑھنی چاہیئے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ زکوٰۃ دینی چاہیئے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ حج کرنا چاہیئے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ چوری نہیں کرنی چاہیئے۔ مگر بعض دفعہ وہ نمازیں نہیں پڑھتا۔ بعض دفعہ وہ روزے نہیں رکھتا۔ بعض دفعہ وہ استطاعت کے باوجود حج نہیں کرتا۔ یا بعض دفعہ چوری کر لیتا ہے۔ تو ہم اسے

ناقص مسلمان

تو کہہ سکتے ہیں۔ مگر یہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ وہ غیر مسلم ہے۔ یہی حالت قصہ زیر بحث کی ہے۔ جس شخص نے اس فعل کا ارتکاب کیا۔ اس کے عقائد وہی ہیں۔ جو ہمارے ہیں۔ اعمال کے متعلق وہ تسلیم کرتا ہے۔ کہ قرآن نے جو کچھ کہا ہے۔ اس کا حرف حرف قابلِ عمل ہے۔ پھر وہ منافقت کی وجہ سے اس فعل کا مرتکب نہیں ہوا۔ بلکہ جوش کی حالت میں اس سے یہ فعل سرزد ہوا ہے یعنی یہ نہیں۔ کہ اس نے یہ کہا ہو۔ کہ میں خدا کے اس حکم کو رد کرتا ہوں۔ اور اسے ماننے کے لئے تیار نہیں۔ بلکہ جوش کی حالت میں جبکہ ممکن ہے۔ وہ خدا کے اس حکم کو بھول گیا ہو۔ یا اس کے نفس نے اسکی کوئی اور تاویل کر لی ہو۔ اس نے اس فعل کا ارتکاب کیا۔ پس ہم کس طرح کہہ سکتے ہیں۔ کہ وہ مذہب سے باہر ہو گیا۔ ہم آئندہ زیادہ سختی سے روکنے کی خاطر ایسے شخص کو (اگر خدا نخواستہ کوئی ایسا فعل کرے) جماعت سے نکال تو دیں گے۔ مگر جبکہ وہ سب عقائد کو مانتا ہو۔ جماعت سے عملاً جدا نہ ہوتا ہو۔ یا اس میں تفرقہ نہ ڈالتا ہو۔ اور صرف کسی عمل کا باوجود اسکو ناجائز سمجھنے کے غلطی سے مرتکب ہو جاتا ہو۔ یا حکم کو تو درست سمجھتا ہو۔ لیکن اس کا اطلاق غلط کر لیتا ہو۔ تو اسے ہم احمدیت سے الگ نہیں سمجھ سکتے۔ مثلاً قتل ہے۔ یہ ایک ناجائز فعل ہے۔ مگر مسلمان عام طور پر سمجھتے ہیں۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت کے جوش میں کسی ایسے غیر مسلم کو قتل کر دینا جائز ہے۔ جس نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہتک کی ہو۔ اب ایسے شخص کے متعلق ہم یہ تو کہہ سکتے ہیں۔ کہ وہ ناقص مسلمان ہے۔ مگر ہم یہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ صرف اس وجہ سے وہ

اسلام سے نکل گیا

اسی طرح جب کوئی شخص ہماری جماعت میں سے خدا نخواستہ کسی ایسے فعل کا ارتکاب کرے۔ جبکہ وہ سب عقائد کو مانتا ہو۔ صرف کسی فعل کو ناجائز سمجھنے کے باوجود غلطی سے اس کا مرتکب ہو جاتا ہو۔ یا حکم کو درست سمجھنے کے باوجود اس کا اطلاق غلط کر لیتا ہو۔ تو اسے گو ہم جماعت سے نکال دیں گے۔ مگر احمدیت سے الگ نہیں سمجھ سکتے۔ اور ہمارا یہ حکم محض تعزیری ہو گا۔ اور ایسے افعال کو روکنے کی خاطر ہو گا۔ اور

ضروریات دینی

کی غرض سے اس قسم کے تعزیری احکام دینے کی خلفاء کو اجازت ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ پھر اوروں کو میں نے کیوں نہ روکا۔ جبکہ خود جنازہ نہ پڑھا۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ جبکہ ہم نے میاں عزیز احمد صاحب کو جماعت سے خارج نہیں کیا تھا۔ کہ

ان کا جنازہ جائز تھا

اور گو اس نے جو فعل کیا۔ وہ جائز نہیں تھا۔ لیکن اس کے یہ معنے نہیں تھے۔ کہ وہ احمدی نہیں رہا تھا۔ اگر وہ یہ کہتا۔ کہ میں قرآن کو نہیں مانتا۔ میں احمدیت کو سچا نہیں سمجھتا۔ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام کو آپ کے دعاوی میں صادق اور راستباز نہیں مانتا۔ تو پھر وہ حملہ ہی کیوں کرتا۔ میاں فخر الدین نے اس کے باپ کو تو نہیں مارا ہوا تھا۔ کہ اسے کوئی نفسانی جوش تھا۔ جس کی وجہ سے اس نے اسے قتل کر دیا۔ اس نے غلطی سے یا صحت سے اپنے ذہن میں اس فعل کا ارتکاب محض خدا کے لئے کیا۔ اور میں بتا چکا ہوں۔ کہ جب کوئی شخص عقائد کا انکار نہ کرتا ہو۔ اور صرف کسی عمل کا باوجود اسکو ناجائز سمجھنے کے غلطی سے اس کا مرتکب ہو جاتا ہو۔ اسے ہم احمدیت سے الگ نہیں سمجھ سکتے۔ زیادہ سے زیادہ اسے جماعت سے خارج

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کر سکتے ہیں۔ اور جبکہ ہم نے اسے جماعت سے بھی خارج نہیں کیا تھا۔ تو اس کا جنازہ پڑھنے میں کیا حرج تھا۔ اور جس شخص کا جنازہ جائز ہو اس کا جنازہ فرض کفایہ ہوتا ہے۔ یعنی اگر چند لوگ جنازہ پڑھ لیں۔ تو ساری قوم الزام سے بری ہو جاتی ہے۔ اور اگر کوئی بھی نہ پڑھے۔ تو ساری قوم زیرِ الزام آجاتی ہے۔

ایک مسلمان اگر مر جائے۔ اور دس بیس اس کا جنازہ پڑھ دیں۔ تو باقی سب مسلمانوں پر جو فرض عاید ہوتا تھا۔ وہ ادا ہو جائے گا۔ لیکن اگر کوئی بھی جنازہ نہ پڑھے۔ تو جو اس مقام کے لوگ ہوں گے۔ وہ سب گنہگار ہوں گے۔ تو جس شخص کا جنازہ جائز ہو۔ اس کا جنازہ کچھ نہ کچھ افراد پر واجب ہوتا ہے اگر وہ نہ پڑھیں۔ تو ساری قوم مجرم ہو جاتی ہے اور اگر کچھ لوگ پڑھ لیں۔ تو ساری قوم عہدہ برآ ہو جاتی ہے۔

پس ہم دوسروں کو جنازہ پڑھنے سے کسی صورت میں روک نہیں سکتے تھے۔ اگر کہا جائے کہ تم نے پندرہ بیس آدمی جنازہ پر بھیج دینے تھے۔ باقیوں کو کیوں جانے دیا۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اگر یہ صورت اختیار کی جاتی تو پھر اور زیادہ اعتراض ہوتا۔ اور اس صورت میں معترض یہ نہ کہتے۔ کہ عام لوگوں کو جنازہ پڑھنے سے روکا گیا ہے۔ بلکہ یہ کہتے۔ کہ بعض لوگوں کو خود حکم دے کر جنازہ پڑھوایا گیا ہے۔ تو بہتر طریق یہی تھا۔ کہ اس بارے میں کچھ نہ کہا جاتا۔ اور جس کا جی چاہتا۔ جنازہ پڑھ آتا۔ اور جس کا جی چاہتا نہ پڑھتا۔ اور یہی طریق ہم نے اختیار کیا۔

پھر یہ اعتراض کہ اگر امام جنازہ نہ پڑھے تو دوسروں کو بھی روکے۔ محض

دین اسلام کی ناواقفیت

سے پیدا ہوا ہے۔ خود رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنت سے یہ ثابت ہے۔ کہ جن لوگوں کو حدود لگی ہوں۔ ان کا جنازہ امام تو نہ پڑھے۔ لیکن دوسرے مسلمان پڑھ لیں۔ چنانچہ ابوداؤد میں روایت ہے۔ کہ ماعز ایک شخص تھے۔ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے بدکاری کا اقرار کیا یہ واقعہ تفصیل سے احادیث میں آتا ہے۔ انہوں نے کئی دفعہ قسم کھائی۔ اور بار بار کہا۔ کہ میں نے بدکاری کی ہے۔ آخر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کے متعلق فیصلہ کیا۔ کہ انہیں حد لگائی جائے۔ اور سنگسار کیا جائے جب وہ سنگسار کر دیئے گئے۔ تو ان کا جنازہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نہیں پڑھا۔ لیکن دوسروں کو آپ نے اس کا جنازہ پڑھنے سے منع بھی نہیں کیا۔ اسی طرح

ایک قرضدار

تھا۔ جب وہ فوت ہوا۔ تو آپ نے فرمایا میں قرضدار کا جنازہ نہیں پڑھتا۔ لیکن دوسروں کو آپ نے جنازہ پڑھنے سے نہیں روکا۔ یہاں بھی یہی ہوا۔ کہ ایک طرف میں نے جماعت کو ان کا جنازہ پڑھنے سے نہیں روکا۔ اور دوسری طرف میں نے خود ان کا جنازہ نہ پڑھا۔ تا نوجوان آئندہ محتاط رہیں۔ اور وہ یہ خیال کر کے کہ چلو خلیفۂ وقت تو جنازہ پڑھا دیتا ہے۔ آئندہ کسی ایسے ہی فعل کے مرتکب نہ ہو جائیں۔

پس لوگوں کو جنازہ پڑھنے سے روکنا رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عمل اور آپ کی سنت سے ثابت نہیں۔ اور اگر لوگوں کو جنازہ پڑھنے دینا بڑی بات ہے۔ تو اس پٹھان کی طرح جس نے کہا تھا" خوہ محمدؐ صاحب کا نماز ٹوٹ گیا"۔ ان معترضین کا اصل اعتراض رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات والاصفات پر پڑتا ہے۔

کہتے ہیں۔ کوئی پٹھان تھا۔ ایک دفعہ جب وہ

حدیث کا سبق

پڑھ رہا تھا۔ تو وہاں یہ ذکر آگیا۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے ایک بچہ کو اٹھا کر نماز پڑھنی شروع کر دی۔ جب آپ سجدہ میں جاتے۔ تو اسے اتار دیتے اور جب کھڑے ہوتے۔ تو اسے اٹھا لیتے وہ پڑھتے ہی کہنے لگا۔" خوہ محمدؐ صاحب کا نماز ٹوٹ گیا"۔ اس نالائق نے یہ نہ سمجھا۔ کہ نماز تو محمد صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قائم فرمائی ہے۔ اگر نماز کے قواعد وہ نہیں جانتے۔ تو اور کون جان سکتا ہے۔ کسی نے اسے کہا۔ یہ کیا بیہودہ بات کرتے ہو۔ تو اس نے جواب دیا۔ کہ میں ٹھیک کہتا ہوں۔ کنز میں لکھا ہے۔ کہ خارجی حرکت سے نماز ٹوٹ جاتا ہے۔

اسی طرح یہ لوگ بھی مسئلہ اپنے پاس سے بناتے۔ اور پھر اسے منسوب رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف کر دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ بات احادیث سے۔ فقہاء کے اقوال سے اور آئمہ اربعہ کے فتاوے سے ثابت ہے۔ آخر یہ جو اعتراض کرتے ہیں۔ یہ یا تو اہلحدیث ہوں گے۔ یا حنفی ہوں گے۔ یا شافعی ہوں گے۔ یا مالکی ہوں گے۔ یا حنبلی ہوں گے۔ اگر یہ اہلحدیث ہیں۔ تو حدیثیں موجود ہیں۔ حنفی ہیں۔ تو حنفیوں میں بحث پائی جاتی ہے۔ شافعی ہیں۔ تو شافعیوں میں بھی یہ مسئلہ پایا جاتا ہے۔ اور اگر مالکی یا حنبلی ہیں۔ تو ان میں بھی یہ مسئلہ پایا جاتا ہے غرض کوئی ایک بھی محدث۔ یا فقیہہ۔ یا امام ایسا نہیں۔ جو کہتا ہو۔ کہ اس قسم کے گناہوں کے ارتکاب کی وجہ سے مجرم کو جنازہ سے محروم کر دینا چاہیئے۔ چنانچہ جیسا کہ میں بتا چکا ہوں۔ تمام ائمہ خواہ حنفی ہوں۔ خواہ شافعی خواہ حنبلی۔ خواہ مالکی۔ اس امر کا فتوےٰ دیتے ہیں۔ کہ

اہلِ کبائر کا جنازہ جائز ہے

صرف امام مالک ان سے اختلاف کرتے ہیں مگر وہ بھی یہ نہیں کہتے۔ کہ جنازہ جائز نہیں۔ بلکہ یہ کہتے ہیں۔ کہ امام کو ان اہل حدود کا جنازہ نہیں پڑھنا چاہیئے۔ جن کو اس نے خود حد لگوائی ہو۔ یعنی امام کسی کے متعلق یہ فتوےٰ دے چکا ہو۔ کہ فلاں شخص حد کے نیچے آگیا ہے۔ اس فتوےٰ کے بعد اس کے لئے جائز نہیں۔ کہ وہ خود اس کا جنازہ پڑھے۔ مثلاً کسی پر زنا کا الزام ثابت ہو چکا ہے۔ یا قتل کا الزام ثابت ہو چکا ہے۔ یا چوری کا الزام ثابت ہو چکا ہے۔ اور وہ حکم دے چکا ہے۔ کہ اس پر زنا یا قتل یا چوری کی حد قائم کر دی جائے۔ تو جس کے متعلق امام نے خود حد لگوائی ہو۔ اس کا جنازہ پڑھنا اس کے لئے جائز نہیں۔ لیکن وہ کہتے ہیں۔ امام کے علاوہ دوسروں کو پھر بھی جائز ہے۔ کہ اس کا جنازہ پڑھیں۔ پس میں نے تو جو کیا۔ وہ

احوط سے احوط مذہب

ہے۔ اور میں نے تو اس بات پر عمل کیا۔ جو سب سے زیادہ سخت ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہر صورت میں نماز جنازہ جائز ہے۔ خواہ امام نے حد لگوائی ہو۔ یا نہ لگوائی ہو۔ شوافع کا مذہب بھی یہی ہے۔ اسی طرح حنبلیوں اور مالکیوں کا بھی یہی مذہب ہے۔ کہ اہل کبائر کا جنازہ جائز ہے۔ صرف امام مالک نے ان سے اختلاف کیا ہے۔ اور امام مالک نے اپنے اس اختلاف کی بنیاد اسی حدیث پر رکھی ہے۔ جو ماعز کے متعلق میں بیان کر چکا ہوں۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ جنازہ میں شامل نہیں ہوئے۔ البتہ آپ نے دوسروں کو روکا بھی نہیں۔ پس وہ کہتے ہیں۔ کہ جب امام خود حد لگوائے۔ تو وہ جنازہ نہ پڑھے۔ مگر دوسروں کو جنازہ پڑھنے سے وہ بھی نہیں روکتے۔ اب بتاؤ۔ جس امر کے متعلق تمام اہلحدیثوں تمام حنفیوں تمام شافعیوں تمام مالکیوں اور تمام حنبلیوں کا فتوےٰ ہے۔ کہ وہ جائز ہے۔ اس پر یہ احرار کیا اعتراض کر سکتے ہیں۔ اور یہ کونسے نئے صحابی پیدا ہو گئے ہیں۔ کہ اسلام اور قرآن پر اپنی حکومت جتانے لگ گئے ہیں۔ اس پٹھان کے متعلق تو کہہ سکتے تھے۔ کہ کم از کم کوئی فقہ کی کتاب اسکی تائید میں تھی۔ مگر ان کی تائید تو کسی حدیث اور کسی فقہ کی کتاب سے نہیں ہوتی۔ بلکہ حق یہ ہے۔ کہ میں نے

امام مالک سے بھی زیادہ احتیاط

اس بارے میں کی ہے۔ اور وہ اس طرح کہ امام مالک یہ کہتے ہیں۔ کہ جس کو امام شریعت کے احکام کے مطابق حد لگوائے۔ اس کا وہ جنازہ نہ پڑھے۔ لیکن میں نے اس شخص کا جنازہ بھی نہیں پڑھا۔ جسے میں نے حد نہیں بلکہ انگریزی حکومت نے جو کافر ہے۔ حد لگائی تھی۔ پس امام مالک کے فتوے کے مطابق اگر میں میاں عزیز احمدؐ صاحب کا جنازہ پڑھا دیتا۔ تب بھی میرے لئے جائز تھا۔ کیونکہ ان پر کسی اسلامی حکومت نے حد قائم نہیں کی۔ بلکہ ان سے قصاص انگریزی حکومت نے لیا۔ جو غیر اسلامی حکومت ہے۔ مگر میں نے اتنا بھی نہ کیا۔

پس امام مالک جنہوں نے اس بارہ میں سب سے زیادہ سخت پہلو لیا ہے۔ میں نے ان سے بھی سخت تر پہلو لیا۔ اور ایک

کافر گورنمنٹ کے فیصلہ کو تسلیم کرتے ہوئے

اس کا جنازہ نہیں پڑھا۔ اگر احرار کو اس پر اعتراض ہے۔ تو پہلے سب حدیثوں اور فقہ کی کتابوں کو رد کر دیں۔ اور کہہ دیں۔ کہ یہ سب جھوٹی ہیں۔ اب ہم نئے مولوی پیدا ہوئے ہیں۔ اور ہم بتائیں گے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کیا کرنا چاہیئے تھا۔ اس طرح پہلے وہ ایک نیا دین ایجاد کریں۔ پھر جو لوگ اس دین کو مان کر اس پر عمل نہ کریں۔ تو ان پر اعتراض کریں۔ ہم تو ان کے اس دین پر ہیں ہی نہیں۔ وہ ہم پر کیوں اعتراض کرتے ہیں۔ ہم تو اہل السنت ہیں۔ اور سب سے پہلے قرآن کو مانتے ہیں۔ پھر سنت کو مانتے ہیں۔ پھر حدیثوں کو مانتے ہیں۔ اس مسئلہ کے متعلق

قرآن کریم میں بالبداہت

کوئی آیت موجود نہیں۔ ممکن ہے۔ اگر غور کیا جائے۔ تو کوئی اشارہ مل جائے۔ مگر نص موجود نہیں۔ لیکن سنت موجود ہے۔ اور حدیثیں بھی موجود ہیں۔ جن سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ایسے لوگوں کا جنازہ پڑھنا جائز ہے۔ اس کے بعد جیسا کہ میں نے بتایا ہے۔ چاروں امام جو اس وقت گویا روئے زمین کے تمام مسلمانوں کے اعتقادات پر چھائے ہوئے ہیں۔ یعنی امام ابوحنیفہ۔ امام شافعی۔ امام مالک اور امام احمد بن حنبل سب ہمارے ساتھ متفق ہیں۔ اور ان سب کا یہی مذہب ہے۔ جس پر ہم نے عمل کیا۔ بلکہ میں نے تو احوط سے احوط مذہب پر عمل کیا۔

اب رہا یہ سوال کہ اگر فعل کو بُرا سمجھا جاتا تھا۔ تو

اس قدر لوگ کیوں جنازہ میں شامل ہوئے

کیا ہر جنازے میں اتنے ہی لوگ ہوتے ہیں۔ اور اگر نہیں۔ تو اس جنازہ میں اتنے آدمی کیوں شامل ہوئے۔ یہ تو معلوم ہوتا ہے۔ حکم کے نتیجہ میں ہؤا ہے۔ اس بارہ میں میں پہلے حکم کے متعلق جواب دیتا ہوں۔

(۱) میرا پہلا جواب یہ ہے۔ کہ میں نے کسی کو جنازہ کے لئے نہیں کہا۔ نہ کسی کو یہ کہا۔ کہ وہ دوسروں کو جنازہ کے لئے کہے۔ بلکہ میرے لئے حیرت کی بات تھی۔ جب میں نے سنا۔ کہ ہزاروں کی تعداد میں لوگ جنازہ میں شامل ہوئے۔ پس جب ایسا کوئی حکم دیا ہی نہیں گیا۔ تو لوگوں کی کثرت کو دیکھ کر خود بخود یہ نتیجہ نکال لینا۔ کہ ضرور حکم دیا گیا ہوگا۔ یہ کہاں تک درست ہو سکتا ہے۔ یہ تو قیاسی بات ہے۔ اور قیاس غلط بھی ہؤا کرتے ہیں۔ جیسے تمہید میں میں نے بتایا تھا۔ کہ جب ہندوؤں نے دیکھا۔ کہ دنیا میں کوئی امیر ہے۔ کوئی غریب۔ کوئی تندرست ہے۔ کوئی بیمار۔ کوئی معزز ہے اور کوئی ذلیل تو یہ قیاس کر لیا۔ کہ یہ تناسخ کا نتیجہ ہے۔ یا عیسائیوں نے قیاسی طور پر کفارے کا مسئلہ ایجاد کر لیا۔ حالانکہ ایسی باتیں قیاس سے نہیں۔ بلکہ واقعات سے ثابت ہؤا کرتی ہیں واقعہ یہ ہے۔ کہ میں نے کسی کو حکم نہیں دیا۔ کہ وہ جنازہ میں شامل ہو۔ اور کیا جب تک میں حکم نہ دوں۔ لوگ جنازہ میں شامل نہیں ہؤا کرتے۔ کیا میاں عبدالرشید نے جب شردھانند جی پر حملہ کیا۔ یا میاں علم الدین نے لاہور میں راجپال پر حملہ کیا۔ یا میاں عبدالقیوم نے کراچی میں ایک ہندو پر حملہ کیا۔ اور پھر انہیں پھانسی دی گئی۔ تو ہزارہا آدمی ان کے جنازوں میں شامل نہیں ہوئے۔ بلکہ ایک جگہ تو

ایک لاکھ آدمی جنازہ میں شامل ہؤا

اب کیا میں انہیں یہ کہنے کے لئے گیا تھا۔ کہ ضرور جنازہ میں شامل ہونا۔ اگر نہیں تو پھر یہاں زیادہ آدمیوں کے اکٹھا ہونے سے یہ کس طرح نتیجہ نکالا جا سکتا ہے۔ کہ میں نے انہیں اکٹھا ہونے کا حکم دیا تھا۔

(۲) میرا دوسرا جواب یہ ہے۔ کہ اگر میں نے ایسا حکم دیا ہے۔ تو احرار اور ان کے معاون مخبر جن جن کو دعوےٰ ہے۔ کہ ہماری ہر بات انہیں پہنچتی رہتی ہے۔ وہ گواہ پیش کریں۔ پھر خود بخود معلوم ہو جائے گا کہ یہ بات کہاں تک صحیح ہے۔ آخر وہ جو یہ دعوےٰ کیا کرتے ہیں۔ کہ ہمارے گھر کی ایک ایک بات کا انہیں پتہ ہے۔ کیوں وہ ان لوگوں کے نام پیش نہیں کر دیتے۔ جن کو میں نے یہ حکم دیا ہو۔ وہ ایسے لوگوں کے نام بتائیں۔ پھر لوگ ان سے خود بخود پوچھ لیں گے کہ آیا واقعہ میں تمہیں کوئی حکم دیا گیا تھا۔ یا نہیں۔ اور اگر وہ گواہ پیش نہ کریں۔ تو یاد رکھیں۔ کہ یہ

میرا فتوےٰ نہیں

بلکہ اس کا فتوےٰ ہے۔ جس کو میں بھی مانتا ہوں۔ اور وہ بھی کہ ایاک والظن فان الظن اکذب الحدیث۔ کہ اے انسان تو خیال اور تخمینے سے آپ ہی قیاسات نہ کر لیا کر۔ کیونکہ اگر تو ایسا کرے گا۔ تو سب سے زیادہ جھوٹا اور کذاب قرار پائے گا۔ تمہارا فرض یہ ہے۔ کہ تم واقعات کی شہادت کو دیکھو۔ اور پھر کوئی نتیجہ اخذ کرو۔ ایسا نہ کرو۔ کہ تم قیاس کرو۔ اور قیاس کے بعد ایک واقعہ فرض کر لو۔ کہ یوں ہؤا ہوگا۔ کیونکہ یاد رکھو۔ کہ یہ گمان تمہیں

جھوٹوں کی صف میں

کھڑا کر دے گا۔

گو اس جواب کے بعد مجھے اس بارہ میں کچھ اور کہنے کی ضرورت نہیں۔ کہ لوگ کیوں زیادہ تعداد میں شامل ہوئے۔ کیونکہ یہ تو ان میں سے ہر ایک سے پوچھنا چاہیئے۔ کہ وہ جنازہ میں کیوں شامل ہؤا۔ مجھ سے اس سوال کے پوچھنے کا کیا مطلب ہے۔ وہ اگر دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ تو پہلے کسی ایک احمدی کے پاس جائیں۔ اور اس سے پوچھیں۔ کہ تو جنازہ میں کیوں شامل ہؤا تھا۔ پھر دوسرے کے پاس جائیں۔ اور اس سے پوچھیں۔ کہ تو کیوں شامل ہؤا تھا۔ پھر تیسرے کے پاس جائیں۔ پھر چوتھے کے پاس جائیں۔ اور اسی طرح ہر ایک سے دریافت کریں۔ کہ تو جنازہ میں کیوں شامل ہؤا تھا۔ جو جواب وہ دیں گے۔ وہی اصلی جواب ہوگا۔ مگر میں کہتا ہوں۔ کہ جماعت کے لوگوں کا میاں عزیز احمد صاحب کے جنازہ میں بکثرت شامل ہونا

احرار اور ان کے ساتھیوں کے خلاف بھی دودھاری حملہ

ہے۔ وہ اعتراض کرتے ہیں۔ کہ اگر جنازہ جائز تھا۔ تو کیوں تم نے نہ پڑھا۔ اور اگر ناجائز تھا۔ تو کیوں جماعت نے پڑھا۔ گویا ایک دودھاری تلوار انہوں نے چلائی ہے۔ میں کہتا ہوں۔ اس کا جواب تو میں دے چکا ہوں کہ یہ فتوےٰ سنت سے ثابت ہے۔ مگر تم بتاؤ۔ کہ تم اور تمہارے ساتھی تو کہتے ہیں۔ کہ قادیان کے اسّی فیصدی لوگ اندر سے ہمارے ساتھ ہیں۔ گو اوپر سے خلافت کی تائید کرتے ہیں۔ چنانچہ اسّی فی صدی یا اکثر حصہ جماعت کا لفظ بار بار میرے کانوں میں پڑا ہے۔ جب پیغامی الگ ہوئے تھے۔ وہ بھی یہی کہتے تھے۔ کہ ۸۰ فی صدی جماعت ہمارے ساتھ ہے۔ جب مستری الگ ہوئے تھے۔ وہ بھی یہی کہتے تھے۔ کہ ۸۰ فی صدی جماعت ہمارے ساتھ ہے اور جب مصری الگ ہوئے ہیں۔ تو انہوں نے بھی یہی کہا۔ کہ ۸۰ فی صدی جماعت ہمارے ساتھ ہے۔ مگر میں کہتا ہوں۔ اگر واقعہ میں ۸۰ فی صدی لوگ تمہارے ساتھ ہیں۔ تو ہزاروں کی تعداد میں لوگ میاں فخرالدین کے قاتل کے جنازہ میں کس طرح شامل ہو گئے۔ ہزاروں کی تعداد اسی صورت میں بن سکتی ہے۔ جب وہاں قادیان کے پچاس ساٹھ فی صدی لوگ جمع ہوئے ہوں۔ اور گو میں نے وہ اجتماع نہیں دیکھا اور نہ میں نے تعداد کے متعلق تحقیقات کی۔ لیکن بہرحال اتنی بات سب تسلیم کرتے ہیں۔ کہ تعداد بہت زیادہ تھی۔ اور یہ تعداد اسی صورت میں ہو سکتی ہے جب یہ تسلیم کیا جائے۔ کہ پچاس ساٹھ فی صدی لوگ وہاں جمع تھے۔ اب اگر یہ لوگ جنازہ میں اخلاص اور قلبی جوش سے شامل ہوئے تھے۔ تو کیا تم جو یہ شور مچاتے رہتے ہو۔ کہ قادیان کے اسّی فیصدی لوگ ہمارے ساتھ ہیں۔ یہ جھوٹ ثابت ہؤا یا نہیں۔ اور کیا تمہارے ساتھ کے لوگوں کو میاں فخرالدین کے قاتل کے خلاف نفرت ہونی چاہیئے تھی۔ یا اس سے ہمدردی ہونی چاہیئے تھی۔ پس جنازہ میں اتنی کثرت سے لوگوں کی شمولیت بتاتی ہے۔ کہ تمہارا نہ صرف وہ دعوےٰ غلط ہے۔ کہ اسّی فیصدی لوگ ہمارے ساتھ ہیں۔ بلکہ جماعت کے ایک کثیر حصہ کو تمہارے افعال سے اتنا بغض ہے۔ کہ وہ تمہارے ایک ساتھی کے قاتل کے جنازہ میں ہجوم کر کے شامل ہو جاتے ہیں۔ ورنہ وجہ کیا ہے۔ کہ اسّی فی صدی لوگ تو ان کے ساتھ ہوں۔ اور ہزارہا آدمی میاں فخرالدین کے قاتل کا جنازہ پڑھ رہے ہوں۔ اگر واقعہ میں اسّی فی صدی ان کے ساتھ تھے۔ تو یہ ہزارہا آدمی کہاں سے آ گئے۔

پس ہزارہا لوگوں کا میاں عزیز احمد صاحب کے جنازہ میں شامل ہونا بتاتا ہے کہ یہ بات بالکل جھوٹ ہے۔ کہ اسّی فی صدی آدمی ان کے ساتھ ہیں۔ اور اگر وہ یہ کہیں کہ ہماری بات بالکل ٹھیک ہے۔ واقعہ میں ۸۰ فی صدی ہمارے ساتھ ہیں۔ تو پھر ماننا پڑیگا۔ کہ جو لوگ جنازہ میں شامل ہوئے۔ ان میں ہمارے آدمی بہت تھوڑے تھے۔ اور باقی جس قدر تھے۔ وہ منافقین تھے۔ جو انہوں نے خود بھجوائے۔ تا کہ ہم بدنام ہوں۔ اور اس صورت میں بھی ہم پہ کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ غرض اس کا دوسرا پہلو یہ ہو سکتا ہے۔ کہ یہ لوگ جو جنازہ میں شامل ہوئے۔ منافقانہ طور پر شامل ہوئے تھے۔ اور وہ دل سے احرار اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ تھے۔ تو پھر میرا جواب یہ ہے۔ کہ یہ کام تو آپ لوگوں نے خود کرایا ہے۔ کہ نعوذ باللہ اسّی فی صدی جو آپ کے ساتھ ہیں۔ ان کو آپ نے جنازہ پڑھنے کے لئے بھجوا دیا۔ تا جماعت بدنام ہو۔

پس اگر جنازہ میں شامل ہونے والے مخلص تھے۔ تو یہ جھوٹ ہے۔ جو کہتے ہیں۔ کہ جماعت کے ۸۰ فی صدی آدمیوں کا خلیفہ سے کوئی تعلق نہیں۔ وہ دل میں بغض رکھتے ہیں۔ مگر زبان سے اظہار محبت کرتے ہیں۔ اور اگر وہ مخلص نہیں تھے۔ بلکہ منافق تھے۔ تو اس کا مجھ پر کیا اعتراض ہے۔ ہم کہتے ہیں۔ وہ تو تمہارے آدمی تھے۔ جو تم نے خود وہاں بھجوا دیئے۔ تا جماعت کو بدنام کرو۔ اور اسے الزام کے نیچے لاؤ۔ اس صورت میں بھی نہ صرف یہ کہ میں بری ہؤا۔ بلکہ مجھ پر ظلم ہؤا۔ کہ مجھے بلاوجہ بدنام کیا گیا۔ غرض اگر جماعت نعوذ باللہ من ذالک منافق ہی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور ان کے ساتھ ہے۔ تو پھر یہ کام شرارت سے ہوا۔ مجھ پر کیا اعتراض ہے۔ اور اگر لوگوں نے اخلاص سے کیا ہے تو یہ جھوٹ ہوا۔ کہ جماعت احمدیہ اندر سے مخلص نہیں۔ اور اسّی فی صدی لوگ ان کے ساتھ ہیں۔ پھر تو معلوم ہوا۔ کہ جماعت چند منافقین کو چھوڑ کر کلّی طور پر خلیفہ کے ساتھ ہے۔

اب میں

اصل جواب

کی طرف آتا ہوں۔ میں تمہید میں کہہ آیا ہوں کہ جب قضا اپنا منشاء پورا کرے۔ تو پھر جذبات اپنی قضاء کا کام شروع کرتے ہیں۔ چنانچہ میں بتا آیا ہوں۔ کہ انسانی روح افعال سے دو طرح متاثر ہوتی ہے۔ ایک قضائی طور پر۔ اور ایک جذباتی طور پر بعض دفعہ قضائی فیصلہ اور ہوتا ہے۔ اور جذباتی فیصلہ اور۔ اور کبھی یہ دونوں فیصلے مطابق بھی ہوتے ہیں۔ مگر بہر حال قضائی فیصلہ کے بعد جذباتی قضاء اپنا کام شروع کرتی ہے۔ مثلاً ایک جج کا بیٹا اگر قاتل ہے۔ تو جج اسے اسی طرح پھانسی کی سزا کا حکم سنائیگا۔ جس طرح وہ ایک غیر کو پھانسی کی سزا کا حکم سناتا ہے۔ مگر غیر کو پھانسی کا حکم دیتے ہوئے اس کی دل کی وہ کیفیت نہیں ہوگی۔ جو اپنے بیٹے کو پھانسی کا فیصلہ سناتے وقت ہوگی۔

بے شک قضائی فیصلہ میں اس کا معاملہ اپنے بیٹے سے اور ایک غیر شخص سے بالکل یکساں ہوگا۔ مگر جب جذباتی قضا کا فیصلہ آئے گا۔ تو اپنے بیٹے کو پھانسی ملنے کا تصور کرکے اس کا دل خون ہو جائیگا۔ اور اسکی حالت بالکل غیر ہو جائیگی۔ تو جذبات کی قضا اور اصول پر مبنی ہوتی ہے۔ اور قانون کی قضا اور اصول پر مبنی ہوتی ہے۔ اس تمہید کو میں پھر یاد دلاتے ہوئے کہتا ہوں۔ کہ بے شک میاں عزیز احمدؐ صاحب نے جو فعل کیا۔ وہ خلاف شریعت تھا۔ اور ہم اسے بُرا ہی قرار دیتے ہیں۔ اور قانون نے جو ان کو سزا دی۔ ہم اس پر معترض نہیں۔ گو ہم میں سے بعض کہتے ہیں۔ کہ انہیں پھانسی کی سزا نہیں ملنی چاہیئے تھی۔ مگر بہر حال ہم انہیں سزا دینے کو بُرا نہیں کہتے۔ ہم کہتے ہیں۔ جب ہائیکورٹ اور پریوی کونسل نے ایک فیصلہ کر دیا۔ تو وہی ٹھیک ہے۔ بالخصوص ایسی حالت میں جبکہ خود ان کا اقرار تھا۔ کہ میں نے قتل کیا ہے۔ پس قانون نے ان کو جو سزا دی۔ اس پر ہم معترض نہیں۔ اور ہم نے ان کو

سچ بولنے کا مشورہ

دے کر قضا کا حق ادا کر دیا۔ چنانچہ ہم نے خود اپنے آدمی سے کہا۔ کہ سچ بولو۔ اور اگر اس کے بدلہ میں تمہیں پھانسی ملتی ہے۔ تو بے شک پھانسی پر لٹک جاؤ۔ پس دیکھو ہم نے قانون کا منشاء پورا کر دیا۔ اور قانون نے جب سزا دی۔ تو ہم نے اس پر اعتراض نہیں کیا۔ بلکہ ہم نے ان کے فعل کو علی الاعلان بُرا کہا۔ اخبارات میں لکھا۔ کہ انہوں نے ناجائز کام کیا ہے۔ اور بار بار کہا۔ کہ ان سے غلطی ہوئی ہے۔ پس ہم نے تینوں حق ادا کر دیئے۔ جو شریعت کا حق تھا۔ وہ بھی ادا کر دیا۔ جو قانون کا حق تھا وہ بھی ادا کر دیا۔ اور جو اخلاقی لحاظ سے سچ بولنے کے متعلق حق تھا۔ وہ بھی ہم نے ادا کر دیا۔ گویا

شرعی۔ قانونی اور انسانی تینوں حقوق

ہم نے ادا کر دیئے۔ میاں عزیز احمدؐ صاحب نے ایک جان لی۔ قانون نے اس کے بدلے میں ان کی جان لے لی۔ انہوں نے جان بھی دی اور اپنی غلطی کا اقرار بھی کیا۔ چنانچہ انہوں نے مجھے متواتر خطوط لکھے۔ کہ سلسلہ کی یہ تعلیم میرے ذہن میں اس وقت نہیں تھی۔ اور مجھے یہ معلوم نہیں تھا۔ کہ ایسی حالت میں بھی انسان کو صبر سے کام لینا چاہیئے۔ چونکہ وہ ناتعلیمیافتہ آدمی تھے۔ اسلیئے سمجھا جا سکتا ہے۔ کہ واقعہ میں انہیں سلسلہ کی اس تعلیم کا اس حد تک علم نہیں ہوگا۔ جس حد تک علم انسان کی صحیح رہنمائی کرتا ہے۔ پس انہوں نے مجھے بار بار لکھا۔ کہ میرے ذہن میں یہ بات نہیں تھی۔ کہ ایسے شدید اشتعال کے موقعہ پر بھی انسان کو ضبط سے کام لینا چاہیئے۔ اور چونکہ مجھ سے غلطی ہوئی ہے۔ اس لئے میں توبہ کرتا ہوں۔ اور آپ بھی دعا کریں۔ کہ اللہ تعالےٰ میرے قصور کو معاف کرے۔ اور انہوں نے نہ ایک بار بلکہ بار بار ایسے خط لکھے۔ پس جب قانونی قضا کا فیصلہ ہو چکا۔ اور جذباتی قضاء کا موقع آیا۔ تو اس نے دوسرے ضروری امور کو بھی دیکھا۔ قانونی قضاء کا منشا صرف اتنا تھا۔ کہ وہ ہمارے آدمی کی جان لے لے۔ ہم نے کہا۔ بہت اچھا جان لے لو۔ پس ہم نے قانون کے منشاء کو پورا کرکے قانون کا حق اسے ادا کر دیا۔ پھر شریعت نے کہا میرا حق بھی مجھے ادا کرو۔ اور کہو۔ کہ اس نے بہت بُرا فعل کیا ہے۔ ہم نے کہا۔ بہت اچھا۔ آپ بھی اپنا حق لے لیں۔ چنانچہ ہم نے علی الاعلان کہا۔ کہ میاں عزیز احمدؐ صاحب نے خلاف شریعت فعل کیا ہے۔ اور اخباروں میں اس پر مضامین لکھے۔ پھر انسانیت ہمارے سامنے آئی۔ اور اس نے کہا۔ کہ اگر ایسے افعال چھپ کر کئے جائیں۔ تو خطرات بہت بڑھ جاتے ہیں۔ پس تم اس سے اقرار کراؤ۔ کہ واقعہ میں میں نے قتل کیا ہے۔ اور اس طرح انسانی حق ادا کرو۔ تا دوسروں کو عبرت ہو۔ اور وہ ایسے افعال کا ارتکاب نہ کریں۔ ہم نے کہا۔ بہت اچھا۔ چنانچہ ہم نے ان سے اقرار کروایا۔ اور کہا۔ کہ تم جو کچھ واقعہ ہوا ہے۔ سچ سچ کہہ دو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ پس ہم نے شریعت کی طرف سے بھی برأت حاصل کر لی۔ ہم نے قانون کی طرف سے بھی برأت حاصل کر لی۔ اور ہم نے انسانیت کی طرف سے بھی برأت حاصل کر لی۔ اس کے بعد

جذبات کا سوال

آیا۔ اور انہوں نے کہا۔ کہ ہمارا بھی کوئی حق ہے یا نہیں۔ چنانچہ جذباتی قضا نے اس وقت کئی ضروری امور کو دیکھا۔ اس نے دیکھا۔ کہ (۱) میاں فخر الدین اور ان کے ساتھیوں نے سخت اشتعال انگیزی سے کام لیا تھا۔ اس حد تک کہ کمزور انسان کے لئے برداشت ناممکن تھی۔ اور بعض دفعہ تو مضبوط کے لئے بھی ایسے حالات میں برداشت ناممکن ہو جاتی ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اسلام میں بڑے بلند پایہ بزرگ ہوئے ہیں۔ وہ سب صحابہ رضؓ سے بڑھ کر شان رکھتے ہیں۔ مگر دیکھو ایک موقعہ ایسا آیا۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی اشتعال میں آ گئے۔ ایک دفعہ ایک یہودی نے بازار میں چڑانے کے لئے کہہ دیا۔ کہ مجھے اس خدا کی قسم ہے جس نے موسےٰ کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر فضیلت دی ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے غصہ میں آ کر اس یہودی کو تھپڑ مار دیا۔ حالانکہ اس نے کوئی گالی نہیں دی تھی۔ وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس شکایت لے کر آیا۔ آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر ناراض ہوئے۔ مگر انہیں کوئی سزا نہیں دی کیونکہ سمجھا۔ کہ ضرر زیادہ نہیں۔ اور اشتعال ناقابل برداشت تھا۔ اب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کمزور مومن نہیں تھے۔ مگر چونکہ انہوں نے جو فقرہ سنا۔ گو وہ گالیوں والا نہیں تھا۔ مگر ان کے لئے ناقابل برداشت تھا۔ اسلیئے انہوں نے تھپڑ مار دیا۔ پس ان حالات کو کونسی جذباتی قضا نظر انداز کر سکتی ہے۔ (۲) ان کا جرم مذہب کے خلاف نہ تھا۔ بلکہ مذہبی محبت کی وجہ سے تھا۔ (مذہب کے خلاف نہ ہونے سے میری یہ مراد نہیں۔ کہ وہ مذہبی تعلیم کے خلاف نہیں تھا۔ بلکہ یہ مراد ہے۔ کہ وہ مذہب کو نقصان پہنچانے والا نہیں تھا۔ یا خدا اور اس کے رسول پر حملہ نہیں تھا) اپنی بڑھیا اور معذور ماں کی محبت کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنی جوانی کو قربان کرتے ہوئے کسی دنیوی غرض سے نہیں۔ صرف دینی جوش کے ماتحت جو اپنی جان قربان کرتا ہے۔ اگر وہ مجرم ہے۔ تو ہم اس کے فعل کو بُرا کہہ سکتے ہیں۔ اور کہیں گے۔ اسے جرم کی سزا پانے کے لئے تیار کریں گے۔ ایسے افعال کے روکنے کے لئے ہر ممکن کوشش کریں گے۔ لیکن ہم اس بات کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔ کہ کرنے والے نے جو کچھ کیا۔ غلط کیا۔ یا صحیح کیا۔

صرف دین کی محبت کے لئے کیا

اس کو ورغلایا گیا۔ اسکی ماں کو ورغلایا گیا۔ چنانچہ اس کو ورغلایا جانا اس کے بیانات سے ثابت ہے۔ اور اسکی ماں کو ورغلایا جانا اس طرح ثابت ہے۔ کہ وہ منٹگمری اپنے بیٹے سے ملنے کے لئے گئی۔ جب وہاں سے واپس آئی۔ تو بعض عورتوں کے پاس اس نے اپنے بیٹے کی طرف یہ بات منسوب کرتے ہوئے کہا۔ کہ وہ کہتا ہے۔ میرا جرم یہی ہے۔ کہ میں نے سچ بول دیا۔ اگر میں جھوٹ بول دیتا۔ تو پھر تو میری امداد کے لئے بڑے بڑے وکیل پہنچ جاتے۔ مجھے جب یہ خبر پہنچی تو میں نے وہاں کی جماعت کو لکھا۔ کہ دریافت کیا جائے۔ یہ کیا بات ہے۔ انہوں نے میاں عزیز احمدؐ صاحب کے متعلق لکھا۔ کہ وہ تو ہرگز کوئی شکایت بیان نہیں کرتے۔ آخر ان کی ماں نے بھی اقرار کیا۔ کہ میں نے یہ بات اپنے بیٹے کی طرف غلطی سے منسوب کر دی تھی۔ اصل بات یہ تھی۔ کہ جب میں وہاں اپنے بیٹے سے ملنے کے لئے گئی۔ تو چودھری محمدؐ شریف صاحب وکیل میرے ساتھ تھے۔ وہ ایک وقت میرے بیٹے سے باتیں کر رہے تھے۔ تو بعض مسلمان ملازم جیل کے میرے پاس آئے۔ اور انہوں نے مجھے کہا۔ کہ تم اس اس طرح جا کر باتیں کرو۔ تو تمہارے بیٹے کی مدد کرنے پر یہ لوگ مجبور ہونگے۔

غرض جبکہ ہم ان سے سچ بلوا رہے تھے۔ احرار کے ہمدرد انہیں جھوٹ بولنے کی تلقین کر رہے تھے۔ اور کہہ رہے تھے۔ کہ تم اس اس طرح

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بیان دے دو۔ کہ میں نے خود اسے نہیں مارا۔ بلکہ مجھے کہا گیا تھا۔ کہ تو فخر الدین کو مار دے لیکن اس نے ایک ہی بات رکھی۔ کہ جو گناہ ہو گیا۔ سو ہو گیا۔ مَیں اور گناہ کرنے کو تیار نہیں میں پہلے گناہ سے بھی تائب ہوں۔ چنانچہ جب ان کو اپنی ماں کی کمزوری کا علم ہوا۔ تو انہوں نے سختی سے اسے سمجھایا۔ اور کہا ماں میری عاقبت مت بگاڑ۔ اور سنا ہے۔ اسکی نصیحت اپنی ماں کو یہی تھی۔ کہ میں نے گناہ کیا۔ اور اس سے توبہ کی۔ اور میں اپنے قصور کی سزا پا لونگا۔ اب

توبہ اور دعاؤں کے بعد

میرے دل کو تسلی ہے۔ کہ میرا گناہ معاف ہو جائے گا۔ اور میں خوشی سے اس سزا کو برداشت کرنے کے تیار رہوں۔ پھر جب پریوی کونسل میں اپیل دائر کرنے کا سوال آیا۔ تو انہوں نے اپنی ماں سے کہا۔ کہ ہونا ہوانا کچھ نہیں۔ مجھے پھانسی پر ضرور لٹکایا جائے گا۔ اور میں اس سے گھبراتا نہیں۔ اے ماں تم بھی میرے بعد گھبرائیو نہیں۔ پھر سنا گیا ہے۔ کہ انہوں نے اپنی ماں سے کہا۔ ماں میں نے جو کچھ کیا تھا۔ اپنے ذہن میں خدا کے لئے کیا تھا۔ اسلئے میری نیت کو خراب نہ کیجیو۔ اور میری لاش پر روئیو نہیں۔ بلکہ اس پر پھول ڈالیو۔ تا دنیا سمجھ لے۔ کہ مَیں اپنے گناہ پر تو افسوس کرتا ہوں مگر میں اپنی سزا سے ڈرتا نہیں۔ چنانچہ اسکی ماں نے سنایا۔ کہ میرا بیٹا مجھ سے منتیں کرتا تھا۔ اور کہتا تھا۔ ماں میری لاش پر روئیو نہیں۔ میں نے جو گناہ کیا تھا۔ اسکی سزا بھگتنے کے لئے تیار رہوں۔ اب تم دشمن کو خوشی کا موقعہ نہ دینا۔ ان واقعات کے ہوتے ہوئے

جذباتی قضا کب غیر متاثر رہ سکتی ہے

فتح مکہ کے وقت ایک انصاری نے جو ایک دستۂ فوج کے افسر تھے۔ اور جن کا نام غالباً عبادہ بن صامت تھا۔ ابوسفیان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ کہ اب دیکھو مکہ میں چل کر ہم تمہاری کیسی خبر لیتے ہیں۔ اور جو جو تکلیفیں تم نے رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اور آپ کے صحابہ رضؓ کو پہنچائی ہیں۔ ان کا کس طرح انتقام لیتے ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو جب اس بات کا علم ہوا۔ تو آپ نے اسے فوج کی کمانڈ سے علیحدہ کر کے معمولی سپاہی بنا دیا۔ اور اس کے بیٹے کو اسکی جگہ افسر مقرر کر دیا۔ لیکن کیا تم سمجھتے ہو۔ یہ الفاظ سنکر رسول کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے دل میں حضرت عبادہ کے متعلق نفرت کا جذبہ پیدا ہوا ہوگا۔ آخر عبادہ کو ابوسفیان سے کیا عداوت تھی۔ وہ کفر کے زمانہ میں شاید ابوسفیان کا نام بھی نہ جانتے ہوں گے۔ مگر جب اسلام لانے کے بعد انہیں معلوم ہوا۔ کہ مکہ والوں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اور آپ کے صحابہ رضؓ کو کیا کیا اذیتیں پہنچائی ہیں۔ تو ان کا دل جوش سے بھر گیا۔ اور فتح مکہ کے وقت غلطی سے ان کے منہ سے یہ الفاظ نکل گئے۔ کہ اب دیکھوگے ہم تم سے کس طرح انتقام لیتے ہیں۔ پس گو انہوں نے یہ الفاظ کہے اور غلط طور پر کہے۔ مگر کون شخص کہہ سکتا ہے۔ کہ انہوں نے یہ الفاظ اپنی ذات کے لئے کہے۔ انہوں نے یہ الفاظ

محض اسلام اور محمد صلے اللہ علیہ و اٰلہٖ وسلم کی محبت کے جوش میں

کہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے بھی انہیں سزا دی۔ کہ انہیں افسری سے ہٹا کر سپاہی بنا دیا۔ آج اگر کسی جرنیل کو سپاہی بنا دیا جائے۔ تو وہ فوراً استعفےٰ دے کر بھاگ جائے۔ مگر انہوں نے خوشی سے اس سزا کو قبول کیا۔ لیکن کیا تم سمجھتے ہو۔ کہ محمد صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے دل میں ان کے متعلق نفرت کے جذبات پیدا ہوئے ہونگے یا کوئی بھی مسلمان ہے۔ جو یہ واقعہ پڑھ کر عبادہ بن صامت سے نفرت کر سکے؟ وہ ان کے فعل کو نفرت کی نگاہ سے دیکھے گا وہ ان کے فعل کو روکنے کی کوشش کریگا۔ مگر وہ اسی امر کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ کہ انہوں نے اپنے لئے نہیں۔ بلکہ گو نادانی سے کیا۔ مگر پھر بھی خدا کے لئے یہ فعل کیا۔ اسی طرح احمدی جب میاں عزیز احمدؐ کا خیال کرتے ہوں گے۔ تو لازماً ان کے دل میں یہ خیال آتا ہوگا۔ کہ اس نوجوان نے اپنی جان ضائع کی۔ اور سلسلہ کو بدنام کیا۔ لیکن جو کام کیا اپنے نفس کے لئے نہیں کیا۔ بلکہ اس غلط خیال کے ماتحت کیا۔ کہ میں سلسلہ کی خدمت کر رہا ہوں۔ اسلئے اللہ تعالیٰ اسکی توبہ کو قبول ہی کرے۔ حق یہ ہے۔ کہ اگر ہمارے نوجوانوں کے اندر یہ روح پیدا ہو جائے۔ کہ جب کسی کو گالیاں دیتے سنیں۔ تو اُٹھ کر اس پر حملہ کر دیں۔ تو اس کا دوسرے لوگوں کو اتنا نقصان نہیں ہو سکتا۔ جتنا ہمیں نقصان ہو سکتا ہے کیونکہ وہ تو کروڑوں ہیں۔ اگر ان میں سے دو چار مر جائیں۔ تو انہیں زیادہ نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ لیکن ہمیں ایسے واقعات سے شدید نقصان پہنچنے کا خطرہ ہے۔ کیونکہ ہماری بدنامی ہوگی۔ ہماری دینی روح کمزور ہوگی۔ اور نوجوانوں کا ایک حصہ ضائع ہوگا۔ پس ہمارا فرض ہے۔ کہ ان باتوں کو روکیں۔ اور اگر کوئی کسی کو قتل کی انگیخت کرتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ دوسرے کو مار دینے میں کوئی حرج نہیں۔ تو ہم یقیناً اسے قومی دشمن کہیں گے۔ چاہے اس نے دانستہ ایسا کہا ہو۔ یا نادانستہ۔ جو شخص بھی کہتا ہے کہ ہمارے بعض نوجوانوں نے یہ اچھا فعل کیا۔ وہ یقیناً ہمارے سلسلہ کا دشمن ہے۔ کیونکہ اس سے دشمن کو اتنا نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ جتنا ہمیں پہنچ سکتا ہے۔ اگر ہمارے دلوں میں سلسلہ کی ایک ذرہ بھر بھی محبت ہو۔ تو ہمارا فرض ہے۔ کہ ہمارے بڑے بھی اور چھوٹے بھی اور عالم بھی اور جاہل بھی۔ مرد بھی اور عورتیں بھی یہ پختہ عہد کرلیں۔ کہ وہ ایسے افعال کو روکنے کی انتہائی کوشش کریں گے۔ اور اس بات کی جدوجہد کریں گے۔ کہ آئندہ کوئی ایسا واقعہ رونما نہ ہو۔ لیکن باوجود اس ضرورت کو سمجھنے کے

میاں عزیز احمدؐ سے احمدی نفرت نہیں کر سکتے تھے

ان کے دماغ کے پس پردہ یہ خیالات موجزن ہوں گے۔ کہ انہوں نے گو ایک ناجائز فعل کیا مگر خدا تعالےٰ کی رضا کے لئے کیا۔ کسی ذاتی غرض یا دنیوی فائدہ کے لئے نہیں کیا۔ ان کی ماں کمزور اور بڑھیا تھی۔ وہ اسکی تکلیف کو سمجھ سکتے تھے۔ چنانچہ اب ان کی موت کے بعد جو اس غریب کی کیفیت ہے۔ اسے دیکھ کر ہر شخص کو رحم آتا ہے۔ بعض لوگ بیان کرتے ہیں۔ کہ جب میاں عزیز احمدؐ کا وہ ذکر کرتی ہے۔ اپنی مُٹھیاں بھینچ لیتی ہے۔ منہ سے لفظ نکلنے بند ہو جاتے ہیں۔ اور سر سے لے کر پیر تک تھر تھر کانپنے لگ جاتی ہے۔ غرض اسے دیکھ کر دل رحم سے بھر جاتا ہے۔ مگر عزیز احمدؐ کو یہ کوئی خیال نہیں آیا۔ کہ اس کے اس فعل کے نتیجہ میں اسکی ماں کا کیا حال ہوگا۔ اس کے بھائی کا کیا حال ہوگا۔ وہ جذبات کی رَو میں بہہ گیا۔ اور وہ دنیا کا مُجرم قانون کا مُجرم اور خدا کا مجرم بن گیا۔ لیکن بہر حال اس نے یہ فعل کسی دنیوی غرض سے نہیں کیا۔ بلکہ محض اس لئے کیا۔ کہ اپنے مذہب کے خلاف گالیاں سُننا میری برداشت سے باہر ہے۔ پس ان خیالات کا احمدیوں کی طبیعت پر اثر ہوگا۔ جو ان کو جنازہ پر لے گیا۔

یہ کہ ہر شخص کے کیا خیالات تھے۔ یہ تو اسی سے پوچھ کر معلوم ہو سکتے ہیں۔ لیکن میں یہی سمجھتا ہوں۔ کہ اکثر احمدیوں کے دلوں پر مذکورہ بالا خیالات کا اثر ہوگا۔ اور گو معین صورت میں یہ خیالات ان کے دماغ میں نہ آئے ہوں مگر جب وہ جنازے پر گئے۔ تو ان کے سبجکٹو مائینڈ میں ضرور یہ خیالات پیدا ہو رہے ہونگے۔ کہ میاں عزیز احمدؐ نے بُرا فعل کیا۔ ان کے فعل کی وجہ سے جماعت بدنام ہوئی۔ مگر انہوں نے اپنے نفس کی وجہ سے یا جماعت کو بدنام کرنے کے خیال سے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ محبت کے غلط جوش میں ایسا کیا۔ ہمارے مخالفوں نے اپنا حق لے لیا۔ اور جان کے بدلے جان دے دی گئی۔ قانون نے اپنا حق لے لیا۔ کہ مجرم کو پھانسی پر لٹکا دیا۔ اب ہمارے دلوں کی باری ہے۔ کہ انہیں بھی ان کا حق دیا جائے۔ اور انہوں نے زبانِ حال سے ان کی نعش کو کہا۔ کہ اے بھائی تو نے قانون کا قصور کیا۔ تو نے شریعت کا قصور کیا۔ تو نے نادانی سے جماعت کو بدنام کیا۔ لیکن کسی ذلیل خواہش سے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ تو نے نادانی سے یہ خیال کیا۔ کہ مَیں اس طرح دین کی خدمت کر رہا ہوں۔ ہم تیرے اس فعل کو بُرا کہہ چکے ہیں۔ کہ تو نے دین اور قانون کے خلاف فعل کیا۔ مگر اب جبکہ تو اپنی سزا بھگت چکا ہے۔ ہم تیرے دین کی خاطر قربانی کرنے کے جذبہ پر

عقیدت کے پھول

چڑھانے آئے ہیں۔ کیونکہ ہر ایک کا حق اسے ملنا چاہیئے۔ ہمارا دماغ تیرے پھانسی پانے سے اپنا حق لے چکا۔ اب ہمارا دل تیرے لئے مغفرت کی دعا کر کے اپنا حق لینا چاہتا ہے۔

میں سمجھتا ہوں۔ اسی قسم کے جذبات تھے۔ جو لوگوں کو کھینچ کر لائے۔ اور اگر وہ اپنے دلوں میں ایسے افعال کو بُرا سمجھتے تھے۔ اگر وہ ارادہ رکھتے تھے۔ کہ ایسے افعال آئندہ کبھی نہیں ہونے دیں گے۔ تو وہ ہرگز مجرم نہیں تھے۔ بلکہ وہ

کامل انصاف

چاہتے تھے۔ کیونکہ وہ قانونی قضا، کا حق دینے کے بعد اب جذباتی قضا کا حق ادا کر رہے تھے

(الفضل)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

احمدی مشن

مسئلہ تقدیم و تاخیر اور مکفر علماء

(از سید عنایت حسین شاہ صاحب ہیڈ ماسٹر)

خدا کی قدرت ہے۔ وہی علماء جو جماعت احمدیہ پر اعتراضات کرتے رہے۔ اور کرتے رہیں گے۔ کہ احمدیوں نے قرآن مجید کے معنوں میں تحریف کی ہے۔ اور اپنے مطلب کے مطابق آیات کے معنی کو بگاڑ کر ارتکاب کفر کیا ہے۔ یہ صرف ان کی ضد اور غلط بیانی ہے۔ تفاسیر کو دیکھئے۔ تو ایک ایک واقعہ پر کئی کئی تفسیریں مختلف پیرایہ میں تحریر کی گئی ہیں کوئی کچھ کہتا ہے۔ کوئی کچھ۔ مگر جماعت احمدیہ کا ایک کھلا چیلنج دنیا کے سامنے ہے۔ کہ قرآن مجید سے کوئی ایسا لفظ دکھاؤ۔ جس کو ہم نے اپنے مطلب کے لئے معنوں کے رنگ میں بگاڑ لیا ہو۔ خاتم النبیین کی تفسیر ہے۔ ہماری طرف سے متعدد بار پہلے ربانی علماء کے مشہور مستند حوالے پیش کئے جا چکے ہیں۔ کہ جو کچھ جماعت احمدیہ کا عقیدہ ہے۔ وہی پہلے علماء کرام کا تھا۔ مگر کفر کا فتویٰ ہمارے لئے تیار ہے۔ اور پہلے بزرگوں کے لئے نہیں۔ ان حوالوں کو پیش کر کے جماعت احمدیہ نے ایک بہت بڑے راز کا انکشاف کیا ہے۔ دوسری بحث وفات مسیح تھی۔ اس میں بھی ہم نے متوفی کے معنی ابن عباس کی روایت سے ممیتک بتائے ہیں۔ غرضیکہ کوئی ایسا لفظ موجود نہیں۔ اور نہ دشمن پیش کرنے کی جرأت کر سکتا ہے۔ کہ ہم نے اس کے معنی بگاڑ دئے ہوں۔ ہاں علماء مکفر نے اپنی مطلب براری کے لئے قرآن کریم میں اور احادیث میں یہودیانہ تحریف کی ہے مثال کے طور پر مسئلہ "تقدیم و تاخیر" ہے۔ موٹے لفظوں میں اس کے یہ معنی ہیں۔ کہ قرآن پاک کے الفاظ کو اپنی جگہ سے تبدیل کر کے آگے پیچھے کر دینا۔ تمام قرآن مجید کو پڑھ جائیے۔ اور تمام علماء کی تحریریں اور تقریریں پڑھ سن جائیے۔ سوائے آیت یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک کے کسی اور جگہ یہ مسئلہ پیش نہیں کیا جاتا ہے۔ ہم پوچھتے ہیں۔ جناب والا۔ یہ کیا عادت ہے۔ کہ تقدیم و تاخیر کا مسئلہ صرف اسی آیت کے لئے ہے۔ اور کسی آیت کے لئے نہیں۔ تو جواب یہ دیا جاتا ہے۔ چونکہ تمام علماء کا مذہب ہے۔ کہ مسیح علیہ السلام فوت نہیں ہوئے۔ اس لئے آیت میں تقدیم تاخیر کرنی چاہیئے۔ اب میں سوال جواب کی صورت میں بیان کرتا ہوں۔

احمدی۔ بفرض محال اگر آپ آیت میں تقدیم و تاخیر نہ مانیں۔ تو پھر حرج کیا ہے؟

احراری۔ پھر ماننا پڑے گا۔ کہ مسیح علیہ السلام رفع سے پہلے فوت ہو چکے ہیں حالانکہ ایسا نہیں۔ کیونکہ علماء کا متفقہ فیصلہ ہے۔ کہ آپ رفع سے پہلے آسمان پر چلے گئے ہیں۔

احمدی۔ میرے خیال میں آپ کو تقدیم و تاخیر کی ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ آپ کے علماء متوفیک کے معنی موت نہیں کرتے۔ بلکہ کچھ اور کرتے ہیں۔ یہ تو اس صورت میں ممکن تھا۔ کہ متوفیک کے معنے موت ہوتے۔ اور پھر آپ کو مسئلہ تقدیم و تاخیر کی ضرورت ہوتی۔

احراری۔ متوفیک کے معنی موت کے بھی ہیں۔ اور "بھر لینا" بھی اور پورا پورا لینا بھی۔

احمدی۔ میرا یہ سوال ہے۔ کہ جب اس جگہ متوفی کے معنی موت کے نہیں۔ تو پھر تقدیم و تاخیر کی کیا ضرورت ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ جن علماء نے مسئلہ تقدیم و تاخیر کو پیدا کیا ہے۔ ان کے خیال میں بھی معنی موت کے ہی ہیں۔ ورنہ تقدیم و تاخیر کا مسئلہ بے بنیاد ہے۔

احراری۔ ہاں یہ تو تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ کہ اگر موت کے معنی نہ ہوں۔ تو پھر ضرورت کیا تھی۔ پھر علماء نے ایسا کیوں لکھا۔

احمدی۔ خوف خدا کو بالائے طاق رکھتے ہوئے انہوں نے اپنے آپ کو خدا کے بالمقابل سمجھا۔ حالانکہ ان کا حق تھا۔ کہ جب خدا نے متوفیک کو پہلے رکھا۔ تو پھر کسی کا کیا حق تھا۔ کہ خدا کے کلام کو تبدیل کرے۔ ہاں یہودیوں سے ایک مماثلت قائم ہو جاتی ہے۔ جنہوں نے توریت میں اپنی مطلب براری کے لئے تحریف کی اور لعنتی کہلائے۔ کیا علماء کا فعل اسلام کے لئے کلنک کا ٹیکہ نہ تھا۔ اور ایسے علماء عیسائیوں اور یہودیوں کا کیا سامنا کر سکتے ہیں۔ کہ جب انہوں نے بھی وہی کام کیا جو انہوں نے کیا تھا۔

احراری۔ متوفی کے معنی مولوی ابراہیم سیالکوٹی نے بھی موت کے کئے ہیں۔ مگر بعد از رفع۔

احمدی۔ رسالہ شہادت القرآن میں نے پڑھا ہے۔ پہلے تو انہوں نے بڑا زور اس بات پر مارا ہے۔ کہ متوفی کے معنی موت نہیں ہو سکتے۔ مگر مولوی صاحب اس رسالہ میں بدقسمتی سے آگے جا کر لکھتے ہیں۔ ہاں اگر آیت میں تقدیم و تاخیر مان لی جائے۔ تو پھر متوفیک کے معنی موت کے ہیں۔ مان تو مولوی صاحب نے بھی لیا۔ کہ معنی تو موت کے ہیں۔ مگر بعد از رفع۔

احراری۔ مولوی صاحب نے ابن عباس سے یہ روایت پیش کی ہے۔ جو کہ بڑے مفسر اور عالم دین مانے گئے ہیں۔

احمدی۔ یہ دھوکہ دہی ہے۔ کہ ابن عباس کی تفسیر میں تقدیم و تاخیر پیش کی گئی ہے۔ کیونکہ حضرت ابن عباس کی کوئی اپنی تفسیر نہیں۔ بلکہ یہ کوئی اور ابن عباس ہوں گے۔ یا جعلی طور پر لوگوں نے تفاسیر بنا کر ابن عباس سے منسوب کر دی ہیں۔

احراری۔ یہ آپ کا خیال ہے۔ یا کہ کسی اور عالم نے بھی آپ سے پہلے ایسے خیالات کا اظہار کیا ہے۔

احمدی۔ ہاں سابق علماء نے اس بات پر بحث کی ہے۔ کہ یہ تفسیر جو ابن عباس کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔ کس کی تفسیر ہے۔ چنانچہ دیکھئے۔ لکھا ہے:۔

"یہ لمبی لمبی تفسیریں جو ابن عباس سے منسوب کی گئی ہیں۔ غیر مقبول اور ان کے راوی مجہول ہیں"۔ (اتقان جلد ۲ صفحہ ۲۸۹)

پھر علامہ شرقانی لکھتے ہیں:۔ منجملہ ان تفاسیر کے جو قابل قبول نہیں۔ کتاب تفسیر ابن عباس بھی ہے۔ وہ کذاب سے مروی ہے۔ مثلاً کلبی سدی اور مقاتل۔ اس کے ہم معنی امام سیوطی نے تحریر کیا۔ اور ان سے پہلے ابن تیمیہ نے۔ (حوالہ الفوائد المجموعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ باب فضائل القرآن صفحہ ۱۰۲) اور اسی طرح سرسید احمد خاں نے بھی لکھا ہے۔ دیکھئے۔ خطبات سرسید احمد خطبہ خامس صفحہ ۲۰۱

احراری۔ پھر یہ کتنا ظلم ہے۔ کہ علماء نے من مانی کارروائیوں کے لئے خدا کے کلام میں تحریف کی ہے۔ کیا موجودہ زمانہ میں بھی کسی عالم دین نے متوفی کے معنی موت کئے ہیں۔ اگر ایسا ہو۔ تو پھر میرے لئے ماننے کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

احمدی۔ آپ کی تسلی کے لئے میں مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کا نام پیش کرتا ہوں۔ جنہوں نے متوفیک کے معنی" وفات دینے والا ہوں میں تجھے" کئے ہیں۔ دیکھئے تاج کمپنی کا دو ترجمہ والا رنگین قرآن۔

احراری۔ میں مان گیا۔ کہ واقعی ٹھیک ہے۔ کہ مسئلہ تقدیم و تاخیر قرآن کے خلاف ہے اور اس کے ماننے سے یہودیانہ تحریف کرنی پڑتی ہے۔ اور پھر سابق علماء نے دیکھا۔ کہ علماء کا عقیدہ متفقہ قرآن کے خلاف ہے۔ فوراً تحریف کا حربہ چلا دیا۔ پھر بتائیے۔ قرآن محفوظ کہاں رہا۔ اور کلام الٰہی کی کونسی خصوصیت باقی رہی۔

احمدی۔ یہ تو اپنے علماء کے خلاف آپ کہہ رہے ہیں۔ ہم تو اس کے قائل نہیں۔ ہم تو ایسے شخص کو لعنتی سمجھتے ہیں۔ قرآن کا محفوظ ہونا اسی صورت میں ہے۔ کہ کلام الٰہی کے الفاظ کو اپنی جگہ سے تبدیل نہ کیا جائے۔

احراری۔ بشرط صحت پھر سہی۔ آج مجھے بہت واقفیت پیدا ہو گئی۔ دوسری قسط میں اس کی تفسیر سننا چاہتا ہوں۔

احمدی۔ بہت اچھا۔ خدا حافظ۔

احباب و عہدیداران جماعت کی خدمت میں ضروری گذارش

گذشتہ دو ماہ سے بعض شہری اور زمیندار جماعتوں کی طرف سے چندہ کی رفتار نہایت مدھم ہے۔ اور بمقابلہ بجٹ سنہ رواں جس قدر آمد ہونی چاہیئے تھی نہیں ہو رہی۔ حالانکہ ماہ جون و جولائی میں زمینداروں کے چندہ کی وجہ سے بہت بیشی ہونے کی امید تھی۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ عہدیداران جماعتہائے متعلقہ کی طرف سے اس چندہ کی فراہمی میں کوتاہی ہوئی ہے۔ زمیندارہ جماعتیں خصوصاً چندہ میں پیچھے ہیں۔ ان کے عہدیداران کو چاہیئے۔ کہ جلد اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش کریں اس وقت سلسلہ کی بعض اور تحریکات کے لئے بھی چندہ کا علیحدہ مطالبہ ہو رہا ہے۔ لیکن یہ یاد رہے۔ کہ چندہ عام ایک فریضہ چندہ ہے۔ ایسے دیگر چندوں کی وجہ سے اس لازمی چندہ پر کوئی اثر نہ پڑنا چاہیئے گذشتہ دو ماہ کی کمی چندہ کے متعلق مجھے زیادہ تر یہ وجہ معلوم ہوئی ہے۔ کہ نئے سال سے جماعت کے عہدہ دار نئے تبدیل کئے گئے ہیں۔ اور کئے جا رہے ہیں۔ اس رد و بدل کی وجہ سے چلتے ہوئے کام میں کچھ رکاوٹ پیدا ہوئی ہے۔ جو وقت زمینداروں سے چندہ کی وصولی کا تھا وہی ان کے چارج لینے دینے اور کام کے سمجھنے سمجھانے میں صرف ہو گیا۔ اس لئے بروقت باقاعدہ چندہ کی وصولی نہ ہونے کے سبب کمی واقع ہوئی ہے۔ اس لئے بذریعہ اعلان ہذا عہدیداران مال کو خاص طور پر توجہ دلائی جاتی ہے۔ کہ چندہ کی فراہمی میں جو کسی نہ کسی وجوہات کی بناء پر کوتاہی ہوئی ہے۔ اس کی بہت جلد تلافی کی جائے۔ یعنی جن دوستوں سے ابھی تک چندہ وصول نہ ہوا ہو۔ ان سے بہت جلد وصول کر کے داخل خزانہ فرمائیں۔ اور آئندہ باقاعدہ فراہمی اور بھجوانے کا انتظام فرمائیں۔ والسلام۔ (ناظر بیت المال)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

دنیا کا آئندہ مذہب صرف اسلام ہوگا

(۱)

صفحات تاریخ سے پتہ چلتا ہے۔ کہ جب دنیا میں گمراہی و ضلالت کے بادل چھارہے تھے۔ تہذیب و تمدن کی شمع بجھی جارہی تھی۔ ابلیس کے چیلے نسل آدم کو دام ضلالت میں پھنسانے کی انتہائی کوششوں میں تھے۔ خطۂ عرب میں بجائے پرستاران توحید کے بتوں کے پجاریوں کی کثرت تھی۔ اور حضرت انسان بجائے عروج کے پستی کی طرف جارہا تھا۔ کہ ناگاہ ماہِ ربیع الاول تاریخ ۹ کو فاران کی بلند چوٹیوں سے آفتاب نور ہدایت طلوع ہوا۔ اور اپنی پُرضیاء شعاعوں سے دنیا کو منور کرنے لگا۔ مدتوں کے سوئے ہوئے جاگ پڑتے ہیں۔ کیا دیکھتے ہیں۔ کہ دنیا میں ایک شور برپا ہے۔ پا پیادہ صحرا میں چلتا ہوا مسافر رک جاتا ہے۔ اس کا رکنا ہی تھا۔ کہ اس کے کانوں میں ایک ایسے پرند کی جو آسمان کی وسیع فضاء میں اپنی جائے امن کی تلاش میں پرواز کر رہا تھا۔ ایک آواز پہنچتی ہے۔ کہ اے حضرت انسان تجھے معلوم ہے کہ آج کیا دن ہے۔ اور کیوں زمین کا ذرہ ذرہ اور فلک کے چاند اور ستارے اس قدر خوشیاں منارہے ہیں۔ مسافر چپ ہے۔ کوئی جواب نہیں دیتا۔ پھر پرند کہتا ہے۔ کہ اے آدم کے فرزند! خاموش کیوں ہے۔ بتا تو سہی۔ آج کیا دن ہے۔ اور کیوں زمین و آسمان کے بسنے والے آج کے دن اتنی خوشیاں منارہے ہیں۔ اے غافل انسان اگر تجھے معلوم نہیں۔ تو اے گوش ہوش سے سُن! کہ آج پاکوں کے سردار رسولوں کے فخر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے ہیں۔ حضرت انسان کے دیکھتے دیکھتے یہ آفتاب اتنا پُرشوکت اتنا بلند ہوا۔ کہ تمام بلندیاں اس کے پاؤں تلے ہی اپنی سعادت سمجھنے لگیں۔ پہاڑوں سے ایک گونج اٹھتی ہے۔ صلّ علیٰ نبیّنا۔ صلّ علیٰ محمدٍ۔

مایوسی کی نگاہوں سے دیکھنے والے ہشاش بشاش نظر آتے ہیں۔ نیکی کی کھیتیاں سرسبز دکھائی دینے لگتی ہیں۔ بے قرار دل درس عبرت سنکر قرار پکڑتا ہے۔ ابرِ کرم کی بوندیں پڑنے کی دیر ہی تھی۔ کہ روحِ انسانی کا مرجھایا ہوا چمن لہروں میں آجاتا ہے۔ دنیا کی تاریکیاں کافور ہوجاتی ہیں۔ فلک سے ندا آتی ہے۔ کہ اے سعید روحو! حق و صداقت کے بادشاہ محمد (صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نامی کے جھنڈے تلے اپنی سعادت سمجھو۔ دل کی بستی میں محبوب کی محبت بساؤ۔ تا تمہیں راحت میسر ہو۔ بجلیوں کی چمک اور بادلوں کی گرج سے خوف زدہ مت ہو۔ کہ یہ پُرہیبت مناظران کے لئے ہیں۔ جو اس آفتاب کی روشنی سے منہ پھیریں۔

مردہ روحوں کو زندگی کا پیغام دینے والا آقا دنیا کی ویرانیوں کو آبادیوں میں تبدیل کرنے والا محسن۔ جس سے قیصر و کسریٰ کے تخت لرزتے تھے۔ ربّ کعبہ کے پرستاروں کو چھوڑ کر اور دنیا میں ایک انقلاب عظیم پیدا کرکے ترسیٹھ برس کی عمر پاکر اپنے مالک حقیقی کی گود میں چلا جاتا ہے۔ اس کے پروانوں کا جینا اب محال نظر آتا ہے۔ پُرمحبت دلوں کی آہیں فلک کی آنکھوں سے آنسو بہارہی ہیں۔ اسکی وفات مرکز وحدت پہ جمع ہونے والے بزرگوں کے دلوں پر ایک ضرب کاری ہے۔ مدینے کی مقدس گلیوں میں پھرنے والا آقا آج آنکھوں سے اوجھل ہے۔ صحابہ یک زبان ہوکر اور سجدوں میں گر گر بار بار اپنے پیدا کرنے والے مالک کو یہی کہتے ہیں۔ کہ ہائے اے ہمارے پیارے خدا آج ہم پر کیسی مصیبت کے پہاڑ گر پڑے۔ ہم تو جیتے جی ہی مر چلے ہیں۔ اے ہمارے پیارے۔ خدا کے پیارے محبوب اور ہمارے آقا وہ لوگ جو بتوں کے پجاری تھے۔ جن کو تو یہ کہکر لاجواب کیا کرتا تھا۔ کہ

"یہ نیلا آسمان کعبہ کے ان بے حس و حرکت بتوں نے بنایا ہے۔ آخر آسمان کی وسیع فضاء کا خالق کون ہے۔ کیا یہ پتھر ہیں؟ نہیں۔ کیا چاند جیسی خوبصورت چیز انہی کی پیدا کردہ ہے؟ ہرگز نہیں"۔

آج خوش ہیں۔ کہ خدا کی توحید کا منادِ عظیم اس جہان سے چل بسا۔ تیری جدائی ہمارے لئے ہلاکت کا پیغام لائی ہے۔ کیا کریں۔ کچھ بن نہیں پڑتا۔ اچھا پیارے آقا۔ جا اپنے پیدا کرنے والے مالک کی آغوش رحمت میں تجھ پر اس کی لاکھوں لاکھ رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔ آمین ثم آمین۔

ہر بات بے نظیر تھی ہر کام بے مثال
گلدستۂ کمال تھے حضرت رسول پاکؐ

رحمت کا در کھولنے والا ہمارا پیارا آقا چلتے ہوئے اپنے جاں نثاروں کو ایک وصیت کرجاتا ہے۔ کہ دیکھو۔ تمہارے پاس میں ایک خزانہ چھوڑے جارہا ہوں۔ وہ خزانہ ہے اسلام۔ اسلامی شریعت سابقہ شریعتوں کی جامع اور مکمل شریعت ہے۔ جو تمہارے لئے تاقیامت قابل تقلید ہوگی۔ اگر تم نے اسے خضرِ راہ بنایا۔ تو یقیناً تم سرخرو ہوگے۔ ورنہ ذلیل و رسوا ہونا پڑے گا۔ (باقی پھر)

(خواجہ خورشید احمد مجاہد سیالکوٹی قادیان)

صابن بنانیکا ایک نایاب نسخہ

تیل السی ۵ سیر۔ تیل سرسوں صاف کیا ہوا ساڑھے چار سیر۔ تیل ارنڈ ساڑھے چار سیر سوڈا کاسٹک ایک سیر چودہ چھٹانک۔ پانی ۴ سیر بارہ چھٹانک نصف پانی میں سوڈا کاسٹک حل کریں۔ اور نصف پانی میں میدہ حل کریں۔ اور سب تیل اکٹھے کردیں۔ پھر میدہ والا پانی تیلوں میں ملادیں۔ بعد ازاں کاسٹک والا پانی دھار باندھ کر آہستہ آہستہ ڈالیں اور ہلاتے جائیں۔ جب لئی کی مانند ہوجائے تو فریم میں ڈال دیں۔ ۲۴ گھنٹہ کے بعد صابن تیار ملے گا۔

کاربالک صابن

پاؤ بھر سوڈا کاسٹک کو تین پاؤ پانی میں حل کریں۔ اور روغن ناریل ایک سیر گرم کرکے اس میں آدھ پاؤ نشاستہ ملاکر حل کردیں۔ اس کے بعد سوڈا کاسٹک والا پانی آہستہ آہستہ تیل میں ڈالتے اور گھوٹتے جائیں۔ اور ساتھ ہی نصف اونس کاربالک ایسڈ بھی شامل کردیں۔ جب گاڑھا ہوجائے تو سانچوں میں بھر کر جمالیں۔ جملہ پھوڑا۔ پھنسی۔ داد۔۔

(ماخوذ)

کیا چاہتے ہو؟

مارنا چاہتے ہو۔ تو نفس امارہ کو مارو۔
فتح کرنا چاہتے ہو۔ تو حواس خمسہ کو فتح کرو۔
کھانا چاہتے ہو۔ تو طیش و غضب کو کھاؤ
پینا چاہتے ہو۔ تو شربتِ وحدانیت پیؤ۔
پہننا چاہتے ہو۔ تو نیکی کا جامہ پہنو۔
دینا چاہتے ہو۔ تو خیرات نیچی نگاہ کرکے دو اور بھول جاؤ۔
لینا چاہتے ہو۔ تو دعائیں لو۔
جانا چاہتے ہو۔ تو متبرک مقام پر جاؤ۔
آنا چاہتے ہو۔ تو محتاجوں کی امداد کو آؤ۔
توبہ کرنا چاہتے ہو۔ تو گناہ اور ظلم سے توبہ کرو۔
بولنا چاہتے ہو۔ تو شیریں کلامی سے بولو۔
تولنا چاہتے ہو۔ تو بات تو تولو۔ اور ٹھیک تولو۔
دیکھنا چاہتے ہو۔ تو حق اور ناحق کے فرق کو دیکھو۔
سُننا چاہتے ہو۔ تو خدا کی تعریف اور مظلوموں کی پکار سُنو۔
اپنے فرائض کو انجام دو۔ دنیا بھر کی خوشی تمہاری ہے۔
پرہیزگاری سے صحت۔ سخاوت سے دولت انصاف سے سلطنت حاصل ہوتی ہے۔ (ماخوذ)

تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کا جلسہ تقسیم انعامات

۲۶ جولائی کو ساڑھے سات بجے صبح کے ہائی سکول کے ہال میں جناب چودھری فتح محمد صاحب سیال ناظر اعلیٰ کی زیر صدارت سکول کا جلسہ تقسیم انعامات شروع ہوا۔ جو نو بجے بعد دن ختم ہوگیا۔ اس جلسہ میں تلاوت قرآنِ مجید اور نظم خوانی کے بعد تین طلباء نے تقریریں کیں۔ جن کے موضوعات یہ تھے:۔ (۱) تحریک جدید کے اغراض اور اس کے فوائد (۲) دنیا میں امن کس طرح قائم ہوسکتا ہے۔ (۳) بہترین طرز حکومت کیا ہے۔ اس مقابلہ میں فیاض احمد صاحب متعلم جماعت نہم اول اور ارشاد علی صاحب دوم رہے ان کے بعد ہیڈ ماسٹر صاحب سکول نے سالانہ کارگذاری کی رپورٹ سنائی جس سے معلوم ہوا۔ کہ اس سکول میں طلباء کی تعداد ۱۹۳۶ء میں ۷۸۹ تھی اور ۱۹۳۷ء میں ۸۶۴۔ اس قدر تعداد طلباء کی اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئی۔ الحمد للہ ایسا ہی ہمارے سکول سے امسال جس قدر طلباء انٹرنس کے امتحان میں شامل ہوئے۔ اور ان میں سے جتنے پاس ہوئے۔ اور جس کیفیت اور شاندار طور پر کامیاب ہوئے۔ اس کی نظیر بھی گذشتہ ریکارڈ میں نہیں ملتی۔ یعنی ۵۹ طلباء میں سے بفضلہ تعالیٰ ۵۴ کامیاب ہوئے۔ جن سے ۱۵ فرسٹ ڈویژن میں ۳۳ سیکنڈ ڈویژن میں اور صرف ۶ ...

Digitized by Khilafat Library Rabwah

چیدہ خبریں

قصور۔ ۱۷ جولائی۔ آخر مدت دراز کی بندش کے بعد راجہ جنگ میں اذان دینے کے متعلق پابندی جو وہاں کے سکھ مالکان زمین نے عائد کر رکھی تھی۔ سمجھوتہ کے مطابق دور کر دی گئی۔ اور آج سے راجہ جنگ کی تمام مساجد میں اذان دینی شروع کر دی گئی۔

کراچی۔ ۱۷ جولائی۔ نہایت غیر متوقع طور پر سندھ کی وزارت نے سکھر بند کے علاقہ میں مالیہ بڑھائے جانے کے احکام صادر کر دئیے ہیں۔ وزارت کے اس اقدام کی تمام پارٹیاں مخالف ہیں۔ اور اس امر کی کوشش کی جا رہی ہے۔ کہ اسمبلی کا ایک اجلاس منعقد ہو۔ تاکہ وزارت کے خلاف عدم اعتماد کا ووٹ پیش کیا جائے۔

شملہ۔ ۱۶ جولائی۔ پنجاب اسمبلی میں قانون انتقال اراضی کا ترمیمی بل اور ساہوکارہ بل پاس ہو گئے۔

کراچی۔ ۱۵ جولائی۔ یونائیٹڈ پارٹی کے لیڈر سر عبد اللہ ہارون نے خان بہادر اللہ بخش وزیر اعظم اور پیر الہٰی بخش ریونیو منسٹر سے مطالبہ کیا ہے۔ کہ چونکہ اس سال جدید بندوبست کے نفاذ میں چونکہ ان کا ہاتھ بھی ہے۔ اس لئے وہ وزارت سے مستعفی ہو جائیں۔ وزیر اعظم اور پیر الہٰی بخش نے یونائٹڈ پارٹی سے جو استعفٰے دئیے ہیں۔ ان کو پارٹی سے "غداری" کے مترادف قرار دیا جا رہا ہے۔

لاہور۔ ۱۸ جولائی۔ زمیندارہ بلوں کے خلاف سناتن دھرم پرتی ندھی سبھا پنجاب نے ۲۳ و ۲۴ جولائی کو لائل پور میں ایک کانفرنس منعقد کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس سلسلے میں پریذیڈنٹ کی طرف سے اعلان شائع ہوا ہے۔ کہ ہمیں دس ہزار ایسے آدمیوں کی ضرورت ہے۔ جو جیل جانے کے لئے تیار ہوں۔

لاہور۔ جناب عنایت اللہ خاں مشرقی کی بیوی کا کل انتقال ہو گیا۔ قارئین کرام کو علم ہو گا۔ کہ مشرقی صاحب اور ان کی بیوی کے درمیان ایک عرصہ سے مقدمہ بازی ہو رہی تھی۔ تھوڑا عرصہ ہوا۔ لاہور کی ایک عدالت نے مشرقی صاحب کی بیوی کو مشرقی صاحب کی طرف سے تین سو روپیہ گذارہ دلائے جانے کی ہدایت کی۔ اس فیصلے کے بعد مشرقی صاحب بیوی کو اپنے گھر لے گئے۔ جہاں چند روز کے بعد وہ بیمار ہو گئی۔ اور ۱۴ جولائی کو اپنے بڑے لڑکے کے ہمراہ اپنے والدین کے مکان واقعہ میو روڈ پر آ گئی۔ جہاں ۱۷ جولائی کو اس کا انتقال ہو گیا۔ عورت کے رشتہ داروں نے شک کی بناء پر لاش کا پوسٹ مارٹم کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ چنانچہ لاش پوسٹ مارٹم کے لئے ہسپتال بھیجی گئی ہے۔

سری نگر۔ ۱۸ جولائی۔ کشمیر کے ریذیڈنٹ یکایک بیمار ہو گئے ہیں۔ انہیں اوپریشن کے لئے فوراً انگلستان روانہ کیا گیا ہے۔

لاہور۔ ۱۸ جولائی۔ آج لاہور ہائی کورٹ میں بٹالہ سب آفس کے انچارج منظور علی قریشی کی اپیل منظور ہوئی۔ ملزم کو ڈاکخانہ کا قریباً ستر ہزار روپیہ غبن کرنے کے جرم میں چودہ سال قید اور پندرہ سو روپیہ جرمانہ کی سزا ہوئی ہے۔

لنڈن۔ ۱۹ جولائی۔ آج ملک معظم اور ملکہ معظمہ پیرس میں وارد ہو گئے۔ آپ کے استقبال کے شاہانہ انتظام کئے گئے فرانسیسی اخبارات نے آپ کی آمد پر شاندار مضامین لکھے ہیں۔ اور آپ کی تشریف آوری کو "دو سب سے بڑی جمہوریتوں" کے درمیان رشتۂ اتحاد قرار دیا ہے۔

لاہور۔ ۱۹ جولائی "زمیندار" کے نامہ نگار خصوصی کی اطلاع مظہر ہے۔ کہ خان بہادر شیخ خورشید محمد کو لاہور کا ڈپٹی کمشنر مقرر کیا گیا ہے۔ آپ یکم اگست کو مسٹر بورن سے اپنے عہدے کا چارج لے لیں گے۔

شملہ۔ ۱۷ جولائی۔ کل میراں شاہ کے قریب ایک بم پھٹا۔ جس کی وجہ سے ایک پل کو نقصان پہنچا۔ اس طرح ضلع بنوں میں بھی ریلوے لائن پر ایک بم پھٹا۔ جس کے نتیجے میں ریل کا ایک ڈبہ لائن سے اتر گیا ضلع بنوں اور شمالی وزیرستان کے بعض مقامات پر ٹیلیفون کے تار کاٹ لے جانے کی خبریں بھی موصول ہوئی ہیں۔ جنوبی وزیرستان میں ابھی شورش ہے۔

امرتسر۔ ۲۰ جولائی۔ نہر کے جدید بندوبست کے خلاف احتجاج کرنے کے لئے کسانوں کا ایک جلوس نکالا گیا۔ جسے منتشر ہونے کا حکم دیا گیا۔ اس ہدایت کی خلاف ورزی کی صورت میں جلوس پر لاٹھی چارج کیا گیا۔ جلوس کے ساتھ کئی ایم۔ ایل۔ اے تھے آج پنجاب اسمبلی کے اجلاس میں وزیر مالیات کے متعلقین کو تنبیہ کی۔ کہ وہ خود غرض لوگوں اور جماعتوں کی باتوں میں آ کر اپنا نقصان نہ کریں۔

شملہ۔ ۲۰ جولائی۔ کندیال (این۔ ڈبلیو۔ آر) سے نو میل کے فاصلے پر ایک ہوائی جہاز گر گیا۔ جس کے نتیجے میں ایک برطانوی افسر ہلاک اور ایک مجروح ہوا۔

جیبوٹی۔ (بذریعہ ڈاک) اندرونی حبشہ میں حبشی قبائل اور اطالوی فوج کے درمیان شدید تصادم کی اطلاع موصول ہوئی ہے۔ جن میں بے شمار اطالوی افسر اور فوجی سپاہی ہلاک ہوئے ہیں۔

پشاور۔ ۲۰ جولائی۔ خالصہ ہائی سکول پشاور کی جنرل کونسل کے اجلاس میں زبردست ہنگامہ ہو گیا۔ ممبران نے ایک دوسرے پر کرسیاں اچھالیں۔ مجروحین میں ایک سرحدی ایم۔ ایل۔ اے اور سکول کے ہیڈ ماسٹر کا نام قابل ذکر ہے۔ پولیس نے اڑتیس آدمیوں کو گرفتار کر لیا۔ جنہیں ضمانت پر رہا کر دیا گیا ہے۔

لاہور۔ ۲۱ جولائی۔ سردار محمد نواز خاں آف کوٹ فتح خاں نے ڈیرہ بابا نانک سنگھ کے منیجر کے خلاف "حق بوہا" کی وصولی کے سلسلے میں جو اپیل پریوی کونسل میں کیا تھا۔ اسے پریوی کونسل نے منظور کرتے ہوئے حسب ذیل فیصلہ صادر کیا۔

۱۔ اپیل کنندہ نے مبلغ چار سو پونڈ کی جو رقم بطور ضمانت جمع کرائی ہوئی ہے۔ وہ واپس کی جائے۔

۲۔ مدعا علیہ اپیل کنندہ کے اخراجات (چار سو باسٹھ پونڈ) ادا کرے۔

ناگپور۔ ۲۱ جولائی۔ وزیر اعظم سی۔ پی ڈاکٹر کھارے نے اپنے دو رفیقوں کے ہمراہ وزارت سے استعفٰے دے دیا تھا۔ جسے گورنر نے منظور کر کے پھر انہی کو وزارت مرتب کرنے کی ہدایت کی۔ چنانچہ ڈاکٹر کھارے نے وزارت مرتب کر لی ہے۔

شملہ۔ ۲۱ جولائی۔ محکمہ فوج کے ارباب حل و عقد اس سوال پر غور کر رہے ہیں۔ کہ موجودہ زمانہ کی جنگی ضروریات کے پیش نظر ہندوستانی فوج کے لئے پگڑی موزوں ہے۔ یا ٹوپی۔ اعلیٰ فوجی افسروں کا خیال ہے۔ کہ ہندوستانی افسروں کو پگڑی بجائے ہیٹ دی جائے۔ عام ہندوستانی فوجوں سے اس بارے میں رائے لی گئی۔ یعنی سکھوں کے سوائے سب نے اس بات پر رضامندی ظاہر کی ہے۔ کہ پگڑی کے بجائے ہیٹ دیا جائے۔

امرتسر۔ ۲۰ جولائی۔ آج کسانوں کے ایک جتھہ نے زیر دفعہ ۱۴۴ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے حکم کی خلاف ورزی کی۔ ضلع کے مختلف حصوں سے آمدہ کسانوں کا ایک بھاری جلسہ جلیانوالہ باغ میں ہوا۔ جلسہ کے اختتام پر پانچ سو کسانوں کا ایک جلوس مرتب کیا گیا مجسٹریٹ نے جلوس والوں کو منتشر ہونے کا حکم دیا۔ جلوس والوں کے انکار پر پولیس نے لاٹھی چارج کیا۔ جس سے تین سو آدمی زخمی ہو گئے۔

پشاور۔ ۱۹ جولائی۔ قبائل کے دو اشخاص خوالزائی مہمند ایک نئی انجمن خلافت پارٹی کے نام سے قائم کر رہے ہیں۔ اس کا مقصد شاہ امان اللہ کو کابل کے تخت پر بٹھانا ہے

شملہ۔ ۱۹ جولائی۔ پنجاب اسمبلی کے چار ہریجن ممبروں نے وزیر اعظم کو ایک عرضداشت دی ہے۔ جس میں ان سے مطالبہ کیا گیا ہے۔ کہ جملہ اچھوت اقوام کو ان اراضیات کا مالک تسلیم کیا جائے۔ جہاں وہ اپنے آباؤ اجداد کے وقت سے رہائش رکھتے ہیں۔ اور کہ اچھوت بچوں کے لئے مفت تعلیم کا بندوبست کیا جائے۔ بیگار کا جلد از جلد قانوناً انسداد کیا جاوے۔ اچھوت اقوام کے لئے ملازمتوں کا حصہ آبادی کے لحاظ سے ریزرو کیا جاوے بجٹ میں کم از کم ایک لاکھ روپیہ اچھوت اقوام کی تعلیمی بہبودی کے لئے مخصوص رکھا جائے جہاں جہاں اچھوتوں کے لئے پانی کی قلت ہے وہاں پانی کا انتظام کیا جائے۔

— نظام حیدر آباد عنقریب مکہ حج کرنے جا رہے ہیں۔

— جرمنی زیکوسلویکیہ پر حملہ کرنے کا بہانہ ڈھونڈ رہا ہے۔

— بمبئی گورنمنٹ چھ کروڑ کے سرمایہ سے کسانوں کا قرضہ اتارنے کی ایک سکیم سوچ رہی ہے۔

شملہ ۱۹ جولائی۔ تحقیقات سے معلوم ہوا ہے۔ کہ محکمہ ڈاکخانہ کو کانپور کے مزدوروں کی ہڑتال سے جو ۵۲ ہفتے رہی۔ ہر روز ۵ سو روپیہ نقصان برداشت کرنا پڑا۔

ٹوکیو۔ ۱۸ جولائی۔ سوویٹ مانچوکیو کی سرحد پر فضا بہت سی مکدر بیان کی جاتی ہے۔ سوویٹ افواج نے مانچوکیو کی سرحد پار کی ایک پہاڑی پر قبضہ کر لیا ہے۔ خدشہ ہے۔ کہ اس پر قبضہ